رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE, ALHAKAM, WEEKLY, QADIAN,

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعود علیہ السلام)

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف سب سے پہلا اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے	مار
عوام و امراء سے	ھـر
معاونین سے	عـہ ر
عوام سے	ھـمـہ ر
ممالک غیر سے	۸ شلنگ

مدینۃ المسیح

قادیان دار الامان

سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ر ۱۴ر ۲۱ر ۲۸ر تاریخ کو

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ھے۔

مدیر مسئول	مدیر اعلیٰ
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری	شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

جلد ۳۷ ۱۴ر جون ۱۹۳۴ء مطابق ۳۰ر صفر ۱۳۵۳ھ یوم پنجشنبہ نمبر ۲۱

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار

میرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع ترابیہ منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)

الحکم کا ویلکم زنجبار میں

مکرمی محمد شاہ نواز صاحب کا گرامی نامہ

مکرمی معظمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ اسی ڈاک میں الحکم کا پیارا پرچہ ملا۔ جس سے میری اہلیہ صاحبہ کو خصوصیت سے اور بندہ کو بھی بیحد خوشی ہوئی بغیر پرچہ ختم کئے چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ کوئی عام اخبار نہ تھا۔ بلکہ ہمارے پیارے حبیب پیارے ذکر خیر سے پُر تھا۔ اس کا نام اخبار نہیں بلکہ ملفوظات احمدیہ رکھنا چاہیئے۔ مجھے آپکے ہندو دوست سے اتفاق ہے کہ دو صفحے بھی آپ ضائع نہ کریں۔ اور الحکم کے الف سے لے کر آخری صفحے کی آخری سطر تک صرف اور صرف پیارے احمد کا ہی ذکر خیر ہو۔

حضرت اقدس کے ملفوظات کے متعلق بھی بندہ نے آپسے عرض کرنا ہے۔ آپ کے پاس ایک عرصہ سے حضرت کی علمی امانت پڑی ہے۔ جس کو آپ بہت بتقاعدہ طور پر آہستہ آہستہ قوم کے سپرد کر رہے۔ تو اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ قوم نے ابھی تک ان علمی موتیوں کی قدر نہیں کی مگر آپ بھی میرے نزدیک بری الذمہ نہیں ہیں۔ آپ سب کام چھوڑ کر اب توکل علی اللہ صرف سیرت کا کام شروع کر دیں اور اس کو مکمل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہوگا۔ عاجز کا نام بھی مستقل خریداروں میں لکھ لیں۔ کہ جو بھی نمبر سیرت کا شائع ہو بندہ کے نام ارسال کر دیا جائے

میرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کے ماتحت لمبی عمر صرف اس لئے دی ہے کہ آپ حضرت اقدس کی علمی امانت کے حامل ہیں۔ اور مخلوق کے لئے نافع ہیں۔ پس آپ علمی امانت کو جلد سے جلد شائع کر دیں۔ تا اس مقدس فرض سے سبکدوش ہو کر اللہ تعالیٰ اور حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے سُرخرو ہو کر حاضر ہوں۔

شاید آپ اس لئے بھی اس امانت کو آہستہ آہستہ نکال رہے ہیں کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بابرکت صحبت اور قادیان کی پاکیزہ رہائش سے زیادہ عرصہ تک مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ یہ خواہش بہت پاکیزہ اور قابل رشک ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ارزل العمر سے بھی تو پناہ مانگنے کے لئے فرمایا ہے۔ اس لئے آپ جلدی کریں اور فاستبقوا الخیرات کے ماتحت ارزل العمر سے قبل ساری امانت اپنے دیرینہ تھیلے سے نکال دیں تا ثواب دارین حاصل ہو۔ ہم جو حضرتؑ کے ملفوظات کے پیاسے ہیں اب زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔

آپ کو الحکم کے دوبارہ اجراء پر مبارکباد عرض کرتا ہوں مگر آپنے ہم پر یہ ظلم کیا ہے کہ جلدی پرچہ ارسال نہ کیا تین نمبر ہمکو نہیں ملے۔ برائے مہربانی پہلے تین نمبر ہی نئے سال یا دور جدید کے ارسال فرما دیں۔ اور آئندہ کے لئے خریدار تصور فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے تو معاون بھی بنیں گے۔ والسلام

خاکسار

محمد شاہ نواز

نذرِ عقیدت

بحضور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

(از حضرت شبنم سرحدی بی۔اے)

ای ز خورشید رخت روشن شبِ یلدائے من
ای ز رویت پرتو اندوختہ سیمائے من
ای امیر المؤمنیں آقائے من، مولائے من
ای کہ طبعِ عاملِ تو شد عمل فرمائے من
صحبتِ دوں ہمتاں نا پسندی خاطرم
رہنمائے کوچۂ تو شد دلِ دانائے من
قرطبوسِ طالعِ من شد براہ دشتِ نجد
پے بہ پے آید صدائے ناقۂ لیلائے من
سیدی! نورِ جبینت گمرہاں را رہبر است
از ہمیں نور است بینا چشمِ نابینائے من
بوسہ زد بر آستانِ تو خیالِ عالیم!
صیدِ دامِ تو شدہ عقلِ سخن پیرائے من
یک جہاں شد "زورقِ ابلیس را باد مراد"
جز حصارِ توجہ باشد مامن و ملجائے من

منجنیقِ دشمناں پیشِ دژِ خارائے تو۔
بے اثر چوں پو رشتے بر چیزِ بالائے من

اے غزالِ دشتِ عرفاں من پے تو خستہ حال
سیرِ تو بر آسمانہا بر زمیں صحرائے من
ایں چہ کردی با دلم ای شاہِ خوبانِ جہاں
بر قرارِ صبرِ من برقے زند سودائے من
پے بہ پے ہر دم شرار از گلخنِ دل بر جہد
با شفق دارد سخنہا چشمِ شب پیمائے من
دور افگندم ز جامِ خویش دُردِ رائے خویش
شد ز صہبائے تو رنگیں حجلہ مینائے من
مرغِ دل در پنجۂ شاہینِ تو آمد ازاں
از خیالِ مامک و باباست استغنائے من

در ولائے تو اگر ایں دعوئے من باطل است
کافرم دار القمامہ مسجدِ اقصائے من"

صحبتے با نوریانِ آسماں داری ازاں
چوں بہ نبالت پرد فکرِ فلک پیمائے من
کہکشاں نے را کند سبز زرچاکِ گفتارِ من
در گریبانم کشد نیرِ ید بیضائے من
چوں لطِ فیروزہ اندر قلزمِ سیماب رنگ
زورقِ گردوں شود اندر تجلی ہائے من
بسکہ میدارد اثر از اردی باغِ مسیحؑ
از بہارِ تو شگفتہ غنچۂ رعنائے من۔
عود بلبل بعد ازیں از حلقِ او ناید برول
مے سراید لغمۂ داؤدؑ را شہنائے من
شاعرے چیند نہ از باغِ سخن برگِ گلے
کو نہ بر دیباچہ دارد سرخیِ طغرائے من

ذکرِ نا محمودِ من با نامِ تو محمود شد
حبذا بادا ایں سعادت ملکِ لایبلےٰ من

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف —!

(مینیجر اخبار الحکم قادیان)

سیرۃ المہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ورق

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ و شمائل کا ہر پہلو اور ہر واقعہ اپنے اندر ایک مؤثر تحریک تزکیہ نفس اور تکمیل اخلاق کی رکھتا ہے۔ الحکم کی گزشتہ اشاعت میں بابا قطب الدین صاحب مرحوم ساکن کوٹلہ فقیر کے حالات میں شائع کئے گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں میرے محترم بھائی میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بابا قطب الدین صاحب مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مصافحہ کر رہے تھے کہ یکایک محبت و اخلاص کے جذبہ سے متاثر ہو کر انھوں نے بے خودی کے عالم میں حضرت اقدس سے معانقہ کر لیا۔ میاں خیر الدین صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اسوقت تک وہ نظارہ یاد ہے کہ اسوقت وہ جذبہ محبت میں محو ہو کر حضور سے معانقہ کے لئے لپٹے تھے اور ان کے اس فعل سے ہم متعجب تھے کیونکہ حضور کو ہم نے کبھی معانقہ کرتے نہیں دیکھا تھا۔

یہ واقعہ جہاں ایک طرف بابا قطب الدین صاحب کے کمال اخلاص اور کمال محبت کا ایک مظاہرہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت اور کرم کا بھی ایک نمونہ ہے۔ حضرت اپنے دینی مقام کے علاوہ ایک رئیس ابن رئیس تھے۔ اور بابا قطب الدین صاحب ایک معمولی زمیندار لیکن آپنے ان کی مبادرت کو ان کے اخلاص و محبت کا ایک جذبہ یقین کر کے اپنی محبت و شفقت کا اظہار فرمایا۔ بابا قطب الدین صاحب پر ایک خدایانہ رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اور وہ حضرت کی راہ میں سب کچھ اپنا قربان کر چکے تھے۔

(۲)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے افلاس کا ذکر کیا۔ آپنے فرمایا کہ استغفار کیا کرو۔ اور فرمایا کہ

رزق کی تنگی ہمیشہ کمی ایمان کا موجب ہوتی ہے

(نوٹ) اس ارشاد میں آپنے رزق کی تنگی کے دور کرنے کا علاج بھی بتا دیا۔ کہ ایسے شخص کو استغفار بکثرت کرنا چاہیئے۔ اور یہ تو یہی ہے کہ مومن جس قدر اپنے ایمان میں ترقی کرتا ہے اسقدر وہ رزق کی مشکلات سے نجات پا جاتا ہے اور ہر قسم کی تنگیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اسلئے کہ متقی کو ایسے طور پر رزق ملتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ آپنے رزق کے مسئلہ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ خداتعالیٰ نے تو وعدہ فرمایا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون انسان اپنے ایمان میں ہی جب کمزور ہوتا ہے اور خداتعالیٰ کی صفت رزاقیت پر کامل ایمان نہیں تو شکوہ کرتا ہے۔ ایسا ہی ایک مرتبہ استغفار کے متعلق ایک شخص کو تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ

استغفار کلید ترقیات روحانی ہے

(۳)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے فرمایا کہ:۔ کہ ہمارے ایک دوست منشی فیاض علی صاحب (جو اتبک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) ہیں۔ کپورتھلہ میں کرنل جوالا سنگھ نام ان کے افسر تھے۔ وہ ان کو بہت ستاتے تھے۔ انھوں نے حضرت اقدس کو دعا کے لئے لکھا۔ آپ کا عام طور پر یہ معمول نہ تھا کہ کسی کو کوئی وظیفہ وغیرہ کسی خاص تعداد سے پڑھنے کی ہدایت فرمائیں۔ مگر ان کو کہا کہ عشا کی نماز کے بعد دو سو مرتبہ لاحول پڑھا کریں۔ چنانچہ انھوں نے اسپر عمل کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں بعد کرنیل صاحب کی پنشن ہو گئی۔ اور ان کی جگہ ان کا بیٹا مقرر ہو گیا۔ وہ ان کے ساتھ بہت مہربانی کرتا رہا۔

ایک اور شخص منشی فضل حق نامی (جو ہمارے منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلوی کے داماد ہیں) کو معلوم ہو گیا۔ انپر ایک قتل کا مقدمہ تھا۔ انھوں نے بھی اسے پڑھنا شروع کیا اور وہ بری ہو گئے۔

(نوٹ) یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص تصرف اور آپ کی دعاؤں کی قبولیت کا ایک نشان تھا۔ حضرت صاحب کے معمول میں یہ امر نہ تھا کہ کسی تعداد کے ساتھ کوئی بات پڑھنے کے لئے فرما دیں۔ مگر بعض اوقات مخلص مخلص احباب کو کسی تعداد کے ساتھ بھی بعض وظائف فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت چودھری رستم علی صاحب رضی اللہ عنہ کو تحریر یا کہہ کر اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے درود شریف پڑھنے کی ہدایت کی اور اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ

بعد نماز صبح کم سے کم سو مرتبہ استغفار دلی تضرع سے پڑھنا چاہیئے۔

(۴)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ فرمایا کہ استغفار پڑھنے سے گناہ کی تحریک مٹ جاتی ہے۔ اور نیکی کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور سبحان اللہ وبحمدہ و **سبحان اللہ العظیم** کے پڑھنے سے پاکیزگی نفس پیدا ہوتی ہے۔ اور نور قلب حاصل ہوتا ہے۔

(۵)

جب آپ کپورتھلہ تشریف لے گئے تو ہم لوگ آپ کو چھوڑنے کے لئے کرتارپور تک ساتھ آئے۔ ظہر و عصر کی نماز ہمنے جمع کر کے پڑھی۔ میںنے پوچھا کہ حضور سفر اور قصر نماز کی حد کیا ہے؟ تو آپنے فرمایا کہ ہر شخص کے حالات پر موقوف ہے۔ ایک ضعیف آدمی ہے۔ اس کے لئے دو تین کوس کا سفر ہی بڑا سفر ہے اور ایک تندرست اور جوان آدمی ہے وہ بیس میل کو بھی معمولی سمجھتا ہے

نوٹ:۔ حضرت نے اس میں ایک اصل الدین یسر کے اصول پر تعلیم فرمایا ہے کہ انسان اپنے نفس اور حالات پر قیاس کر کے سفر کی ایک حد مقرر کر سکتا ہے

(۶)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سالانہ جلسہ پر مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے ایک قصیدہ حضرت مسیح موعود کی شان میں سنایا۔ آپنے ہنس کر فرمایا۔ ہماری تو یہ خواہش ہے کہ **اذان اور تکبیر کی آوازیں چاروں طرف سے کانوں میں آئیں**

(نوٹ) آپ کے حضور آپ کی مدح میں بعض اوقات قصائد پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن آپ پڑھنے والے کی دل شکنی کے خیال سے اسکو روکتے تو نہ تھے۔ مگر یہ حقیقت ہے

امام مہدی و عیسیٰ ہوں تجھ پہ لاکھوں سلام

ملا نہ کچھ بھی اکارت گئی جبیں سائی — نہ آنے والے کی گردوں سے کچھ خبر آئی
مریضِ عشق تو راہ تکتے تکتے مر جاتے — غلام سیدِ عربی نے کی مسیحائی
جری حضرتِ باری غلام خیر انام
امام مہدی و عیسیٰ ہوں تجھ پہ لاکھوں سلام

خدا کے دیں کے محافظ۔ اے امین اسلام — خدا کے شیر۔ خدا کے نبی۔ نبی کے غلام
تری وہ شان ہے تجھ کو کہا نبی نے سلام — ترے مقام کو کیا جانیں جو ہیں کالانعام
جری حضرت باری غلام خیر انام
امام مہدی و عیسےٰ ہوں تجھ پہ لاکھوں سلام

غلام در کے لئے تیر اکھاٹ کا لانا — اٹھا کے لانا۔ بچھانا۔ پھر اسپہ بٹھلانا
پھر اپنے بوریئے پر آپ ہونا جلوہ فگن — کمال سادگی ہیں اپنی شان دکھلانا
جری حضرت باری غلام خیر انام
امام مہدی و عیسیٰ ہوں تجھ پہ لاکھوں سلام

غضب ہے آقا ہے نیچے غلام اوپر ہے — جمالِ خلقِ محمد کا پاک منظر ہے
کمال سادگی و شفقت و محبت ہے — نظر لائے وہ کوئی جو اس کا منکر ہے
جری حضرت باری غلام خیر انام
امام مہدی و عیسےٰ ہوں تجھ پہ لاکھوں سلام

وہ دل کہ جن میں خدا کا ہے خوف و فکرِ مآل — تڑپ ہے حق کے لئے اور نہیں ہے عند کا خیال
ہے کافی ان کے لئے جو وہ اسپہ غور کریں — یہ تیرے خلق مبارک کی جو ہے ادنیٰ مثال
جری حضرت باری غلام خیر انام
امام مہدی و عیسیٰ ہوں تجھ پہ لاکھوں سلام

نیاز عاصی بھی ہے ایک تیرے در کا غلام — گنہگار بھی ایسا ہے جس کی صبح بھی شام
کریں دعا مرے حق میں بخیر ہو انجام — میرے رفیق ہوں جن پر خدا کے ہیں انعام
جری حضرت باری غلام خیر انام
امام مہدی و عیسےٰ ہوں تجھ پہ لاکھوں سلام

خادم حسین نیاز

کہ آپ کو کچھ التفات نہ ہوتی تھی۔ اور معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ کوئی کیا پڑھ رہا ہے۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جلال کے اظہار کا جوش ہوتا تھا۔ اس لئے اس قصیدہ کو لکھ کر بھی آپنے نہایت ہی لطیف طور پر بتا دیا کہ ہمارے شعراء کا نقطہ نظر اور مرکز توحید الٰہی ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقصد کو کس طرح پورا کیا۔ یہ ایک لطیف مطالعہ ہے۔ قادیان میں دیکھو کہ مسجد نور۔ مسجد الفضل۔ مسجد دار الرحمت اور مسجد اقصےٰ و مبارک سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ اور اگر نظر کو اور وسیع کریں تو توحید کے نعرہ ہر جلسہ اور مجلس میں تکبیر کی آوازیں گونجتی ہیں۔

(۷)

۶۲ سال پیشتر کا ایک خواب

۱۶ر جنوری ۱۹۰۶ء کی صبح کو آپ حسب معمول سیر کو تشریف لے گئے۔ تو آپنے حسب حال ایک تقریر شروع کردی۔ اسی سلسلہ میں اپنا ایک پرانا رویا سنایا فرمایا:۔

کوئی تیس سال کا عرصہ گذرا کہ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا (اس حساب سے یہ خواب ۱۸۷۶ء کا ہوتا ہی عرفانی) کہ بٹالہ کے مکانات میں ایک حویلی ہے۔ اس میں ایک سیاہ کمبل پر بیٹھا ہوں۔ اور لباس بھی کمبل کی طرح پہنا ہوا ہے گویا کہ دنیا سے الگ ہوا ہوں اتنے میں ایک لمبے قد کا شخص آیا۔ اور مجھ سے پوچھتا ہے کہ مرزا غلام احمد غلام مرتضیٰ کا بیٹا کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ میں ہوں کہنے لگا میں نے آپ کی تعریف سنی ہے کہ آپ کو اسرار دینی اور حقائق و معارف میں بڑا دخل ہے۔ یہ تعریف سن کر ملنے آیا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا۔ مگر اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور بہہ کر رخسار تک پڑتے تھے۔ ایک آنکھ اوپر تھی اور ایک نیچے اور اس کے منہ سے حسرت بھرے الفاظ نکل رہے تھے۔ تہیدستان عشرت را۔ اس کا مطلب میں نے یہ سمجھا کہ یہ مرتبہ انسان کو نہیں ملتا۔ کہ جب تک وہ اپنے اوپر ایک ذبح اور موت وارد نہ کرے (اس مقام پر ابوسعید عرفانی نے حضرت کا یہ شعر پڑھا۔ جس میں یہ کلمہ شامل تھا۔ "کہ میخواہد نگار من تہیدستان عشرت را") حضرت نے فرمایا کہ میں نے پھر اس کلمہ کو اس مصرعہ میں جوڑ دیا۔ پورا شعر یوں ہے۔ ؎

منہ دل در تنعمہائے دنیا گر خدا خواہی
کہ میخواہد نگار من تہیدستان عشرت را

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن لوگوں نے دیکھا ہے۔ اور آپ کی سیرۃ کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ باوجودیکہ آپ کو دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں میسر تھیں۔ مگر آپ ان کے گرویدہ اور ان میں مبتلا نہ تھے بلکہ آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ جس طرح پر لوگ زبانی چسکہ یا لباس کے بانکپن میں اسیر ہوتے ہیں۔ آپ ان تمام چیزوں پر حکومت کرتے تھے۔ آپ خدا میں ہو کر اسی کے لئے زندہ تھے۔

توضیح واصلاح

الحکم کے خاص نمبر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری باتوں کے ضمن میں نمبر ۲ پر آخری تحریر کا ذکر ایسے رنگ میں ہوا ہے۔ جس سے ایک تاریخی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ میرے مکرم و محترم بھائی شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی نے جو حضرت اقدس کے سفر لاہور کے ایام میں الحکم کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے حاضر خدمت تھے۔ مندرجہ ذیل سطور بغرض توضیح لکھی ہیں۔ جنکو میں نہایت اخلاص کے ساتھ درج کرتا ہوں۔ وھو ھذا (عرفانی)

مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

زمینداری کام کی بے حد مصروفیتوں کے باعث بمشکل آج مورخہ ۲۹/۵ کو پیارے الحکم کے خاص نمبر کے چند مضامین کا مطالعہ کر سکا ہوں جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیاء والآخرہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سے ان خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری باتیں" کے عنوان کے نیچے نمبر ۲ پر "آخری تحریر" کے ماتحت چار سطور مندرج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ پڑھی جانے والی تحریر ۲۵ر مئی کو لکھی گئی تھی۔ حالانکہ وہ واقعہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کا ہے۔ اور حضور کے وصال سے ایک آدھ گھنٹہ قبل کا ہے۔

ان سطور سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا حضور ۲۵ر مئی کی شام کو بیمار بھی تھے۔ حالانکہ اصل یہ ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ تکلیف جس سے حضور کا وصال ہوا۔ ۲۵ر مئی بعد نماز عشاء ہوئی تھی یہ درست ہے کہ حضور نے حالت مرض میں قلم دوات منگا کر کچھ رقم فرمایا۔ مگر وہ ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء بعد نماز فجر بلکہ وصال سے ایک آدھ گھنٹہ قبل کا ہے۔

میں بھی چونکہ حاضر خدمت تھا اور تکلیف کی ابتدا ہی میں حضور نے از راہِ کرم و ذرہ نوازی حضرت حافظ حامد علی صاحب کے ذریعہ یاد فرما کر خدمت کا موقع دیا۔ لہذا جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے اور حافظہ کام کرتا ہے مجھے یہی یاد ہے جو اوپر درج کیا۔ اطلاعاً عرض ہے

(عبد الرحمٰن قادیانی محمود آباد اسٹیٹ۔ ڈاکخانہ نبی سر سندھ)

(۸)

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف ہیں میں نے بارہا دیکھا ہے ایسی چیز پر برہم نہیں ہوتے۔ جیسے جب سن لیں کہ کسی نے بچہ کو مارا ہے۔ یہاں ایک بزرگ نے ایک دفعہ اپنے لڑکے کو عادتاً مارا تھا۔ حضرت بہت متاثر ہوئے۔ اور انھیں بلا کر بڑی درد انگیز تقریر فرمائی۔ فرمایا میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ فرمایا ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے۔ اشتعال بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو میں نہ دینے والا۔ اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے۔ یا چشم نمائی۔ مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے۔ کاش دعا میں لگ جائیں۔ اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اسلئے والدین کی دعا کو بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے والدین کی دعا کو بچوں کے لئے خاص قبول بخشا گیا ہے۔ فرمایا میں التزاماً چند دعائیں روز مانگا کرتا ہوں۔

اول۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو۔ اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

پھر ۲ اپنے گھر کے لوگوں کے لئے مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ العین عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

پھر ۳ اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ سب دین کے خادم بنیں۔

پھر ۴ اپنے مخلص دوستوں کیلئے نام بنام۔ اور پھر ۵ ان سب کیلئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم انھیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے اور اسی ضمن میں فرمایا حرام ہے شیخی کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا اس شخص کو جو ایک منٹ بھی اپنے متوسلین سے غافل رہے۔ یہاں پھر فرمایا۔ ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر کو اصرار سے حد سے گذار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں۔ اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

آپنے قطعی طور پر فرمایا اور لکھ کر بھی ارشاد کیا کہ ہمارے مدرسے میں جو استاد مارنے کی عادت رکھتا اور اپنی اس نا سزا خوی سے باز نہ آتا ہو یک لخت موقوف کر دو۔

فرمایا ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔

الحکم کا مطالبہ

اگر آپ الحکم کے خریدار نہیں تو ہو جائیے
اگر آپ نے اب تک کوئی خریدار نہیں دیا تو اگلی اشاعت سے پیشتر دیدیجئے

(منیجر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھیئے الحکم ۷ر جون ۱۹۳۴ء)

ایک طرف تو یہ حال کہ نانی اور نانی کی بھی پڑنانی تک کے رشتہ میں ناطہ نہیں کرتے اور ہم لوگوں میں جو چچا یا ماموں کی بیٹی سے رشتہ کرتے ہیں۔ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ دوسری طرف آپ ماں بہن کے بیاہ لانے پر کسی قوم میں ایسا اندھیر نہیں افسوس ان کے پرمیشر نے ان کی ناپاکی میں تو ڈال دیا۔ اور پھر کوئی فہرست بھی نہ دی اور نہ بتایا کہ فلاں گدھے یا بیل سے کام نہ لینا۔ یہ تیرے فلاں رشتہ دار ہیں اور فلاں فلاں والی عورت سے رشتہ نہ کرنا کہ وہ تیری حقیقی ماں یا دادی یا خالہ یا بہن یا بھتیجی جنم لے کر دوبارہ آئی ہے۔ اصل میں یہ لوگ تو معذور ہیں۔ یہ سارا ظلم تو پرمیشر کی گردن پر ہے جس نے فہرست نہ دی۔

پھر تیسری ناپاکی جو ویدوں کی تعلیم کا عرق اور گل سرسبد بتائی گئی ہے نیوگ ہے جس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک عورت جیتے جاگتے خاوند کے ہوتے دیگر گیارہ آدمیوں سے ہمبستر ہو سکتی ہے۔ اگر مرد عورت جوان ہوں اور چند سال شادی پر گذر جاویں اور اولاد نہ ہو تو دوسرے کا نطفہ لینے کے لئے عورت اس سے ہمبستر ہو۔ اسلئے کہ بدوں اولاد کے سرگ ملنا محال ہے۔ اور دیوث شوہر کو لازم ہے کہ بیرج داتا کے لئے عمدہ معجونات اور لطیف مقویات تیار کرائے تاکہ وہ تھک نہ جاوے۔ اور کوئی ضعف اسے لاحق نہ ہو جائے۔ اور وید کی رو سے بستر۔ رضائی اور چارپائی سب اسی کی ہو۔ اور غذا بھی اسی کی کھاوے اور بعض بچے بھی لے لیوے۔ سوچو یہ کیسا خاوند ہے کہ ایک کوٹھری میں آپ دیوث ہے اور دوسری کوٹھری میں اس کی بیاہتا بیوی غیر مرد سے منہ کالا کر رہی ہے۔ اور آریہ ان کی حرکات کی آوازیں سنتا ہے۔ اور دل میں خوش ہو رہا ہے کہ اب اس پانی سے اس کی امید کا کھیت ہرا بھرا ہو جائے گا۔ حیف ہے ایسے مذہب پر!! خدا پر وہ ظلم۔ عزت آبرو پر یہ ظلم۔ وید ایسے کاموں کی اجازت دیتا ہے۔ کہ ناپاک سے ناپاک آدمی بھی ان کے ارتکاب سے شرم کرتے ہیں۔ دیانند نے لکھا ہے کہ یہ شبھ کرم یعنی مبارک کام بیچ میں ختم ہو گیا تھا۔ اب آریہ ورت کے آریہ جاری کریں۔ کہ اس میں ثواب ملتا ہے۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ اس کو طول دیں۔ آریوں کی کتب مذہبی اور معتقدات کو کوئی دیکھے۔ اور خود ان ہی بزرگوں سے پوچھ دیکھیے۔ امید ہے کہ بڑے فخر سے اس فعل عجیب کی خوبیاں بیان کرینگے۔

ان تمام تعلیمات و عقائد کی خوب چھان بین کر کے اسلام کی ضرورت اور عزت محسوس ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے عظیم فضل کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس نے اسلام کو ایسے ناپاک عقیدوں سے پاک رکھا اور اس کی تعلیم کے ہر شعبہ میں کمال اور اعجاز کا جلوہ دکھایا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں قصاص پر بڑا زور تھا کہ دانت کے بدلے دانت۔ کان کے بدلے کان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ اور مسیح علیہ السلام کی تعلیم میں اس بات پر زور تھا کہ بدی کا مقابلہ نہ کیا جاوے۔ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دے۔ کوئی ایک کوس بیگار لے جائے تو دو کوس چلا جاوے۔ کرتا مانگے تو چادر بھی دیدے وغیرہ وغیرہ۔ اب ہم کو دکھلاؤ کہ کیا کوئی پادری اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کوئی کسی پادری کے منہ پر طمانچہ مار کر تو دیکھ لے۔ یقیناً دوسرا گال پھیرنے کی بجائے کچہری میں گھسیٹ کر لے جائیگا اور ہر قسم کے جھوٹ اور فریب سے سزا دلوانے کی فکر کرے گا۔ مگر اسلام نے یہ تعلیم نہیں دی۔ بلکہ وہ پاک تعلیم دی جو دنیا کی جان ہے اور انسان فطرۃً اسی پر عمل کرتا ہے اور وہ یہ ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره علی الله۔ یعنی بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے۔ لیکن اگر کوئی عفو کرے۔ مگر وہ عفو بے محل نہ ہو۔ بلکہ اس عفو سے اصلاح مقصود ہو تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے مثلاً اگر چور کو چھوڑ دیا جاوے تو وہ دلیر ہو کر ڈاکہ زنی کرے گا۔ اس کو سزا ہی دینی چاہیئے۔ لیکن اگر دو نوکر ہوں اور ایک ان میں سے ایسا ہو کہ ذرا سی چشم نمائی ہی اس کو شرمندہ کر دیتی اور اس کی اصلاح کا موجب ہوتی ہے۔ تو اس کو سخت سزا مناسب نہیں۔ مگر دوسرا عمداً شرارت کرتا ہے۔ اس کو عفو کریں تو بگڑتا ہے۔ اس کو سزا ہی دیجاوے۔ تو بتاؤ کہ مناسب حکم وہ ہے جو قرآن حکیم نے دیا ہے یا وہ جو انجیل پیش کرتی ہے۔ ؟ قانون قدرت کیا چاہتا ہے ؟ وہ تقسیم اور رویت محل چاہتا ہے۔ یہ تعلیم کہ عفو سے اصلاح مدنظر ہو ایسی تعلیم ہے جس کی نظیر نہیں ملتی اور اسی پر آخر متمدن انسان کو چلنا پڑتا ہے۔ اور یہی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے انسان میں قوت اجتہاد اور تدبر اور فراست بڑھتی ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ ہر طرح کی شہادت سے دیکھو۔ اور فراست سے غور کرو۔ اگر عفو سے زیادہ فائدہ ہو تو معاف کر دو۔ لیکن اگر خبیث اور شریر ہے۔ تو پھر سیئة سیئة بمثلها پر عمل کرو۔ اسی طرح پر اسلام کی دوسری پاک تعلیمات ہیں جو ہر زمانہ میں روز روشن کی طرح ظاہر ہیں آفتاب پر بھی کسی وقت بادل آجاتا ہے۔ اور بظاہر ایک قسم کا دھندلا سا نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام کا چہرہ اس سے بھی مصفا ہے۔ عدم معرفت نے لوگوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اور بغض کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسلئے موتیا بند کی حالت سے بھی گئے گذرے ہیں۔ پھر کیا فیصلہ کریں۔

جس قدر مذہب دنیا میں موجود ہیں سب کے سب برکت اور بے نور مردہ ہیں۔ اور پاک تعلیم سے بے بہرہ محض ہیں۔ ہندوؤں نے مذہب کا وہ نمونہ دکھایا۔ عیسائیوں نے یہ نمونہ دکھایا کہ ایک عاجز بندے کو خدا بنا دیا جس نے یہودیوں جیسی تباہ حال قوم سے جو صفت .... علیهم الذلة والمسکنة کی مصداق تھی ماریں کھائیں اور آخر صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور ان کے عقیدہ کے موافق ملعون ہو کر ایلی ایلی لما سبقتنی کہتے ہوئے جان دیدی۔ غور تو کرو کیا ایسی صفات والا کبھی خدا ہو سکتا ہے۔ وہ تو خدا پرست بھی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ وہ خود خدا ہو۔ عیسائی دکھاتے ہیں کہ اس کی وہ ساری رات کی پرسوز دعا محض بے اثر گئی۔ اس سے زیادہ بے برکتی کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ہم کو یاد نہیں کہ دو گھنٹے بھی دعا کے لئے ملے ہوں۔ اور وہ دعا قبول نہ ہوئی ہو۔ ابن اللہ بلکہ خود خدا کا معاذ اللہ یہ حال ہے کہ ساری رات رو رو کر چلا چلا کر خود بھی دعا کرتا رہا۔ اور دوسروں سے بھی دعا کراتا رہا اور کہتا رہا کہ اے خدا تیرے آگے کوئی چیز انہونی نہیں۔ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ ٹل جائے۔ مگر وہ دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کہے کہ وہ کفارہ ہونے کے واسطے آئے تھے اسلئے یہ دعا قبول نہیں ہوئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب ان کو معلوم تھا کہ وہ کفارہ کے لئے آئے ہیں۔ پھر اسقدر بزدلی کے کیا معنی ہیں۔ اگر ایک افسر طاعون کی ڈیوٹی پر بھیجا جائے اور وہ کہدے کہ یہاں خطرہ کا محل ہے۔ مجھے فلاں جگہ بھیجو تو کیا وہ احمق نہ سمجھا جائے گا۔ جبکہ مسیح کو معلوم تھا کہ وہ صرف کفارہ کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ تو اسقدر لمبی دعاؤں کی کیا ضرورت تھی! ابھی کیا کفارہ زیر تجویز امر تھا۔ یا ایک مقرر شدہ امر تھا۔ غرض ایک داغ ہو دو داغ ہوں۔ جس پر بے شمار داغ ہوں۔ کیا وہ خدا ہو سکتا ہے ؟؟؟ خدا تو کیا وہ عظیم الشان انسان بھی نہیں ہو سکتا۔ !!! یہودی بچارے خود ضربت علیهم الذلة کے مصداق ان کی وہ حالت تھی کہ

صورت ببیں حالش مپرس

دنیا پرستی کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں۔ ہمارے یہاں ایک اسرائیلی محمد سلمٰن مسلمان ہوا ہے اس سے پوچھو یہودیوں نے کھانے پینے کے سوا اور کوئی مقصد ہی نہیں رکھا خدا کی قدرت ہے۔ جب ضربت علیهم الذلة کی حالت آئی تو وہ افعال بھی آگئے جو ذلت کے جاذب اور ذلت کے نتائج تھے۔ اگر وہ تائب ہو جاتے تو پھر ضربت کیوں کر صادق آتا۔ اس پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شامت اعمال ان کے گلے کا ہار رہے گی۔ مرد صالح کے ساتھ ذلت اور بے رزقی نہیں ہوتی۔ خدا کا نام عزیز ہے۔ خدا میں ہو کر زندگی بسر کرنیوالا ذلیل نہیں ہو سکتا۔ یہودیوں کی زندگی اگر ناپاکیوں کا مجموعہ نہ تھی۔ تو پھر ضربت علیهم الذلة کی مار ان پر کیوں کر پڑتی۔ اس پر خوب غور کرو۔ اس کے اندر یہ مخفی اسرار ہیں۔ اور پتہ ملتا ہے کہ یہودی قوم کے اطوار بگڑ جاوینگے۔

اب ان مذاہب پر نظر ڈال کر صدق دل سے بتاؤ کہ کیا اسلام کے سوا کوئی اور طریق ہے۔ جس سے تمہارے دل ٹھنڈے ہو سکتے ہیں۔ کیا ضربت علیهم الذلة کے مصداق یہودیوں سے کوئی روشنی اور نور پا سکتے ہو۔ کیا ایسے عیسائی جو ایک عاجز کمزور۔ ناتواں۔ نامراد انسان کو خدا بناتے ہیں۔ کوئی کامیابی کسی کو دے سکتے ہیں۔ جس کی اپنی ساری رات کی دعائیں اکارت اور بے سود ہو گئی ہوں۔ وہ دوسروں کی دعاؤں پر کون سے ثمرات مترتب کر سکتا ہے۔ جو خود ایلی ایلی لما سبقتنی کہہ کر اقرار کرتا ہے۔ خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ دوسروں کو کب خدا سے ملا سکتا ہے۔ دیکھو اور غور سے سنو۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جو اپنے اندر برکات رکھتا ہے۔ اور انسان کو مایوس اور نامراد ہونے نہیں دیتا۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں اس کے برکات اور زندگی اور صداقت کے لئے

نمونہ کے طور پر کھڑا ہوا ہوں

کوئی عیسائی نہیں جو یہ دکھا سکے کہ اس کا تعلق آسمان سے ہے وہ نشانات جو ایمان کے نشان ہیں اور مومن عیسائی کے لئے مقرر ہیں کہ اگر پہاڑ کو کہیں تو جگہ سے ٹل جاوے۔ اب پہاڑ تو پہاڑ کوئی عیسائی نہیں جو ایک الٹی ہوئی جوتی کو سیدھی کر دکھائے۔ مگر میں نے اپنے پرزور نشانوں سے دکھایا ہے

اور صاف صاف دکھایا ہے کہ زندہ برکات اور زندہ نشانات صرف اسلام کے لئے ہیں۔ میں نے بے شمار اشتہار دیئے ہیں۔ ایک مرتبہ سولہ ہزار اشتہار شائع کئے۔ اب لوگوں کے ہاتھ میں لو۔ اس کے کچھ نہیں کہ جھوٹے مقدمات کئے اور قتل کے الزام دیئے۔ اور اپنی طرف سے ہمارے ذلیل کرنے کے منصوبے گانٹھے مگر عزیز خدا کا بندہ کیوں کر ذلیل ہو سکتا ہے؟ پس جن لوگوں نے ہماری ذلت چاہی۔ اسی ذلت سے ہمارے لئے عزت نکلی وذالك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء دیکھو اگر کلارک کا مقدمہ نہ ہوتا تو ابراء کا الہام کیوں کر پورا ہوتا۔ جو مقدمہ سے پہلے سیکڑوں انسانوں میں شائع ہو چکا تھا۔ یہ اسلام ہی ہے جس کے ساتھ معجزات اور ثبوت ہیں اسلام دوسرے چراغ کا محتاج نہیں۔ بلکہ خود ہی چراغ ہے اور اس کے ثبوت ایسے اجلے بدیہات ہیں کہ ان کا نمونہ کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا۔ غرض اسلام کی کوئی تعلیم ایسی نہ ہوگی۔ جس کا نمونہ موجود نہ ہو۔ میں نے سورۃ الفاتحہ (جس کو ام الکتاب اور مثانی بھی کہتے ہیں اور جو قرآن شریف کی عکسی تصویر اور خلاصہ ہے) کے صفات اربعہ میں دکھانا چاہا ہے کہ وہ چاروں نمونے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں اور خدا نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ان صفات اربعہ کا نمونہ دکھایا۔ گویا وہ صفات دعویٰ تھیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بطور دلیل کے ہے۔ چنانچہ ربوبیت کا آپ کے وجود میں کیا ثبوت دیا کہ مکہ کے جنگلوں کا سرگرداں اور دس برس تک حیران پھرنے والا۔ جس کے لئے کوئی راہ کھلی نظر نہ آتی تھی۔ اس کی تربیت کی۔ کس کو خیال تھا کہ اسلام روئے زمین پر پھیل جائے گا۔ اور اس کے ماننے ۹۰ کروڑ تک پہنچ گئے۔ مگر آج دیکھو کہ دنیا کا کوئی آباد قطعہ ایسا نہیں جہاں مسلمان نہیں۔ پھر الرحمٰن کی صفت کو دیکھو۔ جس کا منشا یہ ہے کہ عمل کے بدوں کامیابی اور ضرورتوں کے سامان بہم پہنچائے۔ کیسی رحمانیت تھی کہ آپ کے آنے سے پیشتر ہی استعدادیں پیدا کر دیں عمر رضی اللہ عنہ جو بچوں کی طرح کھیلتا تھا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ جو کافروں کے گھر پیدا ہوا تھا اور ایسا ہی اور بہت سے صحابہ آپ کے ساتھ ہو گئے گویا ان کو آپ کے لئے رحمانیت الٰہی نے پہلے ہی تیار کر رکھا تھا۔ اور اسقدر امور رحمانیت کے اسلام کے ساتھ ہیں کہ ہم ان کو مفصل بیان بھی نہیں کر سکتے۔ امیت رحمانیت کو چاہتی ہے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا هو الذي بعث في الاميين رسولا۔ رحمانیت کا منشا اس ضرب المثل سے خوب ظاہر ہے کر دے کرا دے اور اٹھانے والا ساتھ دے۔ اور ظہور اسلام کے ساتھ ہوا۔ اسلام گویا خدا کی گود میں پلا ہے اس کا سارا کام کاج سنوارنے والا اور اس کے سارے لوازم بہم پہنچانیوالا خود خدا ہے کسی مخلوق کا بار احسان اس کی گردن پر نہیں۔ اسیطرح رحیم جو محنتوں کو ضائع نہ کرے۔ اس کے خلاف یہ ہے کہ محنت کرتا رہے۔ اور ناکام رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رحیمیت کا اظہار دیکھو کیسے واضح طور پر ہوا کوئی لڑائی ایسی نہیں جس میں فتح نہ پائی ہو۔ تھوڑا کام کر کے بہت اجر پایا ہے۔ بجلی کے کوندنے کی طرح فتوحات چمکیں۔ فتوحات الشام۔ فتوحات المصری دیکھو۔ صفحۂ تاریخ میں کوئی ایسا انسان نہیں۔ جس نے صحیح معنوں میں کامیابیاں پائی ہوں۔ جیسے کامیابیاں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ملیں پھر ملك يوم الدين جزا سزا کا مالک اچھے کام کرنیوالوں کو جزا دیجاوے۔ اگرچہ کامل طور پر یہ آخرت کے لئے ہے۔ اور سب قومیں جزا و سزا کو آخرت ہی پر ڈالتی ہیں۔ مگر خدا نے اس کا نمونہ اسلام کے لئے دنیا میں رکھا ابوبکر رضی اللہ عنہ جو دوپہر کی دھوپ میں گھر بار مال و متاع چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور جس نے ساری جائداد کو دیکھ کر کہا یا کہ برباد شد برباد شد۔ سب سے انقطاع کر کے ساتھ ہی ہو لیا تھا۔ اس نے یہ مزہ پایا کہ آپ کے بعد سب سے پہلا خلیفہ بلا فصل یہی ہوا۔ حضرت عمر جو صدق و اخلاص سے بھر گئے تھے انھوں نے یہ مزہ پایا کہ ان کے بعد خلیفہ ثانی ہوئے۔ غرض اسی طرح ہر ایک صحابی نے عزت پائی۔ قیصر و کسریٰ کے اموال اور شہزادیاں ان کے ہاتھ آئیں۔ لکھا ہے کہ ایک صحابی کسریٰ کے دربار میں گیا۔ ملازمان کسریٰ نے سونے چاندی کی کرسیاں بچھوا دیں اور اپنی شان و شوکت دکھائی اس نے کہا کہ ہم اس مال کے ساتھ فریفتہ نہیں ہوئے ہم کو تو وعدہ دیا گیا ہے کہ کسریٰ کے کڑے بھی ہمارے ہاتھ آ جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کڑے ایک صحابی کو پہنا دیئے۔ تاکہ وہ پیشگوئی پوری ہو۔

مذہب اسلام چونکہ اعتدال پر واقع ہوا ہے اسلئے اللہ تعالےٰ نے تعلیم بھی دی اور مغضوب اور ضالین سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک سچا مسلمان نہ مغضوب ہو سکتا ہے اور نہ ضالین کے زمرہ میں شامل ہو سکتا ہے۔ مغضوب وہ قوم ہے جس پر خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکا۔ چونکہ وہ خود غضب کرنے والے تھے اس لئے خدا کے غضب کو کھینچ لائے اور وہ یہودی ہیں اور ضال سے مراد عیسائی ہیں۔

غضب کی کیفیت قوت سبعی سے پیدا ہوتی ہے اور ضلالت وہمی قوت سے پیدا ہوتی ہے۔ وہی قوت حد سے زیادہ محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ بیجا محبت والا انسان بہک جاتا ہے حبك الشيء يعمي ويصم اس کا مبدء اور منشاء قوت وہمی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ چادر کو بیل سمجھتا ہے اور رسی کو سانپ بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی شاعر نے اپنا معشوق ایسا قرار نہیں دیا جو دوسروں سے بڑھ کر نہ ہو ہر ایک کے واہمہ نے نئی تصویر ایجاد کی۔

قوت بہیمی میں جوش ہو کر انسان جادۂ اعتدال سے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ غضب کی حالت میں درندہ کا جوش بڑھ جاتا ہے۔ مثلاً کتا پہلے آہستہ آہستہ بھونکتا ہے۔ پھر کوٹھ سر پر اٹھا لیتا ہے۔ آخر کار درندے طیش میں آ کر نوچتے اور پھاڑ کھاتے ہیں۔ یہود نے بھی اسیطرح ظلم و تعدی اختیار کیں۔ اور غضب کو حد تک پہنچا دیا۔ آخر خود مغضوب ہو گئے۔ قوت وہمی کا جب استیلا ہوتا ہے تو انسان رسی کو سانپ بناتا ہے۔ اور درخت کو ہاتھی بتلاتا ہے۔ اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ یہ قوت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے اسی واسطے عیسائی مذہب اور بدعت پرستی کا بڑا سہارا عورتیں ہیں۔ غرض اسلام نے جادۂ اعتدال پر رہنے کی تعلیم دی جس کا نام الصراط المستقیم ہے۔

میں اب چند فقرے عربی کے سناؤں گا۔ کیونکہ مجھے خدا تعالےٰ نے مجمع میں کچھ عربی فقرے بولنے کا حکم دیا تھا۔ پہلے میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی اور مجمع ہوگا۔ جس میں خدا کی یہ بات پوری ہو۔ مگر خدا تعالےٰ مولوی عبدالکریم صاحب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے تحریک کی۔ اور اس تحریک سے زبردست قوت دل پیدا ہوئی۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور نشان آج پورا ہو۔

حضرت اقدس نے یہ خطبہ یہاں تک فرمایا تھا اور قریب تھا کہ عربی خطبہ شروع کر دیتے کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ حضور کچھ جماعت کے باہمی اتفاق و محبت پر بھی فرمایا جاوے اس پر حضرت اقدس نے مندرجہ ذیل تقریر کی سلہ (ایڈیٹر)

سلہ تاریخ تقریر وخطبہ ۱۱؍ اپریل ۱۹۰۰ء یوم عید الضحیٰ

مختصر تقریر باہمی خلت و اخوت پر

جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں۔ کہ تم باہم اتفاق رکھو۔ اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو۔ اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلےٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ اور دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی كنتم اعداء فالف بين قلوبكم یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ میں ایک کتاب بنانیوالا ہوں۔ اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائینگے۔ جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازیگر نے دس گز کی چھلانگ ماری ہے۔ دوسرا اس پر بحث کرنے بیٹھتا ہے اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے۔ کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی۔ وہ ضرور ہوگی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے۔ جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض کا قلع قمع نہ کیا جاوے۔ مرض دفعہ نہیں ہوتا میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا۔ جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جبتک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض نہیں لینا چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو۔ وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر اس کو سرسبز نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے پس ڈرو۔ میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔ چونکہ ***

*** یہ سب باتیں میں کتاب میں مفصل لکھوں گا اس لئے اب میں چند عربی فقرے کہہ کر فرض ادا کرتا ہوں ۞ (عربی تقریر خطبہ الہامیہ کے نام سے کتاب کی شکل میں علیحدہ شائع ہوئی ہے۔ ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی قمر الدین صاحب لودھانوی رضی اللہ عنہ

(نمبر ۳)

مصروف زندگی

حضرت مولوی قمرالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ایک بات اور قابل رشک نظر آتی ہے۔ جو ان کے **اخلاق** کے کمال پر روشنی ڈالتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی ہے **اللّٰھم انی اعوذبک من العجز والکسل** یعنی اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ اسباب مہیا نہ کروں۔ یا اسباب سے کام نہ لوں۔ **حضور** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دعا کے ذریعہ دنیا میں تکاہل و تساہل کی زندگی سے محفوظ رہنے کا سبق دیا ہے اور زندگی کی حقیقت کی طرف اشارہ کرکے غفلت اور بیکاری سے منع کیا ہے۔ مسلمانوں کے ادبار اور زوال کی تاریخ میں اس اصل سے بے پروائی نہایت اہم موجب ہے۔ حضرت مولوی قمرالدین صاحب بیکاری اور سستی کی زندگی کو ایک گناہ اور کھا جانے والی آگ سمجھتے تھے۔ اور کبھی آپ نے پسند نہ کیا کہ تکاہل اور تساہل کی زندگی کو گوارا کریں۔ ملازمت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ تو نہیں چاہا کہ بیکار رہیں۔ کاروباری زندگی شروع کردی۔ اور چھوٹی موٹی تجارت میں مصروف ہو گئے۔ اور اپنی زندگی کی آخری گھڑی تک کاروبار میں بسر کی اور بیکاری کا کوئی لمحہ آپ پر نہیں آیا۔ آپ کی زندگی کا یہ پہلو بہت سبق آموز ہے۔ ملازمت کرنے والا طبقہ چھوٹی سی چھوٹی ملازمت کو پسند کرلیتا ہے۔ لیکن کاروباری سلسلہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مگر مولوی صاحب نے اپنی زندگی کے ہر پہلو میں ایک مخلص مومن کا نمونہ دکھایا۔ مختلف تعلیمی اداروں میں کام کیا اور اسلام کی خدمت کے فرض کو نظر انداز نہ ہونے دیا۔ اور مذاہب کے مقابلہ میں کسی چیز کو عزیز نہ سمجھا۔ اس سلسلہ کو ترک کردیا۔ تو تجارتی صیغہ میں اسکی پرواہ نہیں کی کہ دوکان پر بیٹھنا پڑے گا۔ مستقل مزاجی کے ساتھ ساری عمر مصروف عمل رہے اور یہ سبق چھوڑ گئے۔ کہ **بیکار اور سست زندگی دراصل موت ہے اور**

زندگی حرکت کا ہی نام ہے

مومن کسی جائز پیشے کو حقیر نہیں سمجھتا۔ اور **اکل حلال** کے لئے محنت و مشقت برداشت کرنا اس کا حقیقی مقصد ہے غرض ان پر بیکاری اور سستی کا کوئی زمانہ نہیں آیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ زندگی بھر آسودگی کے ساتھ شریفانہ اوقات بسر کرتے رہے اور کسی کے محتاج نہ ہوئے والحمد للہ علیٰ ذالک۔

دینی غیرت

طبیعت میں انکساری اور تواضع تھی لیکن اس کے یہ معنی نہ تھے کہ مومنانہ شجاعت اور دلیری کی نعمت سے بہرہ ور نہ تھے۔ خود وہ حق گوئی میں بیحد دلیر تھے۔ اور حق پہنچانے میں کبھی کسی سے نہ دبتے تھے۔ سچ یہ ہے کہ وہ **لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون** کا ایک عملی نمونہ اور بہشتی زندگی کا مجسم ثبوت تھے **سعد اللہ لودھانوی** جس نے اپنی نظموں میں گندہ دہانی کا انتہائی ثبوت دیا ہے اور جس کے شعروں کو پڑھ کر ڈاکٹر سر اقبال نے جوان ایام میں ایف اے کلاس کے طالب علم تھے اس کی نظم کے جواب میں ایک مشہور نظم لکھی۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپکی
خوب ہوگی مہتروں میں قدردانی آپکی

آپ بھی **سعد اللہ** کے اشتہاروں اور منظوم گالیوں کا منظوم جواب ہی شائع کردیتے تھے۔ چنانچہ ایک نظم آپ کی میں یہاں دیتا ہوں اس سے آپکے شاعرانہ کلام کا رنگ اور **مومنانہ روح** کا پتہ لگتا ہے۔ ؎

ہرگز نہیں دشنام دہی کام ہمارا — تہذیب میں مشہور ہے اسلام ہمارا
پر قوم نے باندھی ہے کمر سب و شتم پر — بدنام کیا قوم نے اسلام ہمارا
کرتی ہے ہمیں یاد وہ الفاظ قبیح سے — کافر کہیں دجال لیا نام ہمارا
اے قوم ہمیں کچھ بھی کہے جا تو و لیکن — ہم دینگے دعا ہی بس کام ہمارا
ہم اپنی زباں سے تجھے کچھ بھی نہ کہیں گے — تو شوق سے دشنام سے لے نام ہمارا
لولاک لما شان میں نازل ہوا جنکے — ہے احمد مختار دلارام ہمارا
کہتے ہیں جسے عقدہ کشا ساقی کوثر — امید ہے بھر دیگا وہ جام ہمارا
ہیں فوت ہوئے جان تو عیسیٰ بن مریم — قرآن میں فرماتا ہے علام ہمارا
دنیا میں نہیں آئینگے پھر عیسیٰ مکرر — دے آکے کوئی قوم کو پیغام ہمارا
ہم اپنے دل و جان سے احمد پہ ہیں قرباں — شاداب کیا جس نے ہے اسلام ہمارا
ہیں مہدی موعود مسیح شک نہیں اس میں — دیتا ہے شہادت یہی اسلام ہمارا
آغاز بھی احمد ہی اور انجام بھی احمد — مسعود ہو پھر کیوں نہ سرانجام ہمارا

ہم قوم کے خادم ہیں قمرؔ جان سے دل سے
خدمت ہی یہی فرض یہ ہے کام ہمارا

غیرت دینی کا یہ رنگ بھی آپ میں آخر وقت تک رہا اور ترقی کرتا گیا۔ **دعوت الحق** اور دشمنان سلسلہ کے مقابلہ میں دفاع کے لئے ہمیشہ آمادہ رہتے۔ **قادیان** برابر آتے رہتے۔ **جلسہ سالانہ** پر ضرور تشریف لاتے اور قادیان کے برکات سے فیضیاب ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت سے انھیں ایک والہانہ محبت تھی۔ حضرت اقدس کے وصال کے بعد جماعت میں ابتلاء کا سال ۱۹۱۴ء تھا۔ جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ اوائل خلافت اولیٰ میں ایک فتنہ انجمن اور خلافت کے تعلقات کے نام سے پیدا ہوا تھا۔ اور جو لوگ خلافت ثانی میں سلسلہ خلافت سے الگ ہوگئے وہ اسوقت پیش پیش تھے۔ **الحکم** اس فتنہ کو سمجھتا تھا اور وہ **صف اول** میں کھڑا رہ کر مقابلہ کرتا رہا ۱۹۱۴ء میں جب اس فتنہ نے پوری قوت کے ساتھ سر نکالا۔ اور بعض جگہ کے اکابر کو مسموم کردیا۔ **لودھانہ** کی جماعت کو اس ابتلا سے بچانے میں مولوی قمرالدین صاحب رضی اللہ عنہ ایسے بزرگوں کی مساعی جمیلہ اور دعائیں ہی تھیں۔ جنھوں نے اعجازی اثر کیا۔ لودھانہ کی جماعت اس ابتلاء میں خدا کے فضل سے ثابت قدم رہی اور کوئی بڑی سے بڑی شخصیت بھی اثر انداز نہ ہو سکی یہ نتیجہ تھا۔ **اخلاص اہلبیت** کا۔ کسی شخصیت کے زیر اثر ان دوستوں نے قبول نہیں کیا تھا۔ ان پر کبھی کسی شخصیت نے اپنا اثر نہ کیا۔ یہاں تک کہ میر عباس علی صاحب جیسے آدمی کے ارتداد نے بھی جماعت لودھانہ پر کوئی اثر نہ ڈالا تھا۔

غرض اس فتنہ کے وقت جو ایک خطرناک صورت میں نمایاں ہوا تھا۔ مولوی قمرالدین صاحب اور ان کے رفقاء کار نے بے نظیر ہمت اور مستقلانہ عزم اور استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور قادیان کے ساتھ اپنے تعلقات کو وسیع کیا۔ لودھانہ کی جماعت کے بعض کارنامے نہایت عجیب اور شاندار ہیں اور جماعتی رنگ میں تاریخ سلسلہ کا ایک شاندار باب ہیں لیکن انفرادی رنگ میں جب ہم تبصرہ کرتے ہیں۔ تو کوئی ایسا کارنامہ نہیں جس میں مولوی **قمرالدین** صاحب پچھلی صف میں نظر آتے ہوں۔

وفات

زندگی کی کشمکش کا آخر آخری دن آپہنچا اور ہمارے سلسلہ کا یہ بے نظیر سپاہی اپنی جنگ ختم کرکے بستر علالت پر لیٹ گیا۔ اور چند روز بیمار رہ کر ۲۲؍نومبر ۱۹۲۶ء کو ۷۰ سال کی عمر میں اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کی زندگی کا دور بظاہر ختم ہوگیا۔ لیکن وہ اپنے عملی کارناموں کی ایک بہت بڑی تاریخ چھوڑ گیا ہے جو اسے کبھی مرنے نہ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو اولاد بھی صالح اور سلسلہ کی فدائی عطا فرمائی۔ چنانچہ مولوی غلام حسین صاحب نئی دہلی میں سلسلہ کے کاموں میں انہماک اور مسرت سے حصہ لیتے ہیں۔ وہ ایک قابل رشک چیز ہے۔ مرحوم کو مجھ سے بھی اسی کی رضا کے لئے محبت تھی۔ اور الحکم کے ساتھ انھیں عشق تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ الحکم اپنے کالموں کے **بقائے دوام** کے دربار میں اپنے مخدوم اور پیارے بھائی **مولوی قمرالدین** صاحب کو زندگی کی کرسی پر بٹھانے کے فرض سے سبکدوش ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرنے والے پر اپنی بے شمار نعمتوں اور رحمتوں کا نزول فرمائے انھیں اپنی رضا کے مقام پر اٹھائے اور انکے مدارج کو بلند فرمائے۔

آمین

مکتوبات احمدیہ

حضرت میر حکیم میر حسام الدین صاحب رضی اللہ عنہ

حضرت میر حکیم حسام الدین صاحب رضی اللہ عنہ سیالکوٹ کے رئیس اور حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار تھے۔ حضرت حکیم صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔ آپ نے طب کی بعض ابتدائی کتابیں حضور سے پڑھی تھیں۔ حکیم صاحب مرحوم نے حضرت اقدس کو عین عنفوان شباب میں دیکھا تھا۔ اور حضور کی متقیانہ زندگی کا ان پر خاص اثر تھا حضرت اقدس کی نیم شبی دعاؤں اور قرآن مجید کے ساتھ عشق و محبت کے نظارے ان کے دل کو تسخیر کر چکے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب حضرت اقدس نے خدا کی طرف سے مامور اور مرسل ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو حضرت حکیم صاحب کو ایک لحظہ کے لئے بھی شک و شبہ نہیں ہوا۔ حضرت اقدس بھی حکیم صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے حکیم صاحب مرحوم تیز طبیعت واقع ہوئے تھے لیکن حضرت اقدس کے سامنے وہ بہت مؤدب اور محتاط ہوتے تھے۔ حضور کو حکیم صاحب کی دلجوئی اور خاطرداری ہمیشہ ملحوظ رہتی تھی۔ **منارۃ المسیح** کی تعمیر کا کام جب شروع ہوا۔ تو حکیم صاحب مرحوم ہی کو اس کا اہتمام دیا گیا۔ اور انھوں نے اپنے صاحبزادے میر عبد الرشید صاحب مرحوم کو اس کام پر مامور کیا۔ غرض حضرت اقدس کے ساتھ حکیم صاحب کا اخلاص و محبت قابل رشک تھی۔ اور حضور بھی ان کا احترام کرتے تھے۔

حضرت حکیم صاحب کے ساتھ حضرت میر خصیلت علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کو تعلقات دامادی کی عزت حاصل تھی۔ اور خود **سید خصیلت علی شاہ** صاحب بھی اپنے ایمانی جوش اور اخلاص و وفا کے اعلیٰ مقام پر تھے **سیرۃ صحابہ** کے سلسلہ میں ان بزرگوں کا انشاء اللہ تفصیلی ذکر آئے گا۔

حضرت سید خصیلت علی شاہ صاحب کے انتقال پر حضرت اقدس نے حکیم صاحب مرحوم کو تعزیت کا ایک خط لکھا تھا۔ اور یہی وہ مکتوب ہے جسے میں آج درج کر رہا ہوں اس کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ سید صاحب مرحوم کے اخلاص و محبت کی حضرت اقدس کے دل میں کیا قدر تھی۔ اور انھوں نے سلسلہ میں داخل ہو کر کیسی پاک تبدیلی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مدارج کو بلند کرے۔ اور ہمیں بھی دے کہ وہی حقیقت اور روح اپنے اعمال میں پیدا کریں۔ (عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی مکرمی اخویم حکیم سید حسام الدین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اسوقت یکدفعہ دردناک مصیبت واقعہ وفات اخویم سید خصیلت علیشاہ صاحب مرحوم کی خبر سن کر وہ صدمہ دل پر ہے جو تحریر اور تقریر سے باہر ہے طبیعت اس غم سے بیتاب ہوئی جاتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **سید خصیلت علی شاہ صاحب کو جس قدر خدا تعالیٰ نے اخلاص بخشا تھا اور جس قدر انھوں نے ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کی تھی اور جیسے انھوں نے اپنی سعادت مندی اور نیک چلنی اور صدق و محبت کا عمدہ نمونہ دکھایا تھا۔ یہ باتیں عمر بھر کبھی بھولنے کی نہیں۔ ہمیں کیا خبر تھی اب دوسرے سال پر ملاقات نہیں ہوگی۔** دنیا کی اسی ناپائیداری کو دیکھ کر کئی بادشاہ بھی اپنے تختوں سے الگ ہو گئے۔ آپ کے دل پر بھی جسقدر ہجوم غم کا ہوگا اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اس ناگہانی واقعہ کا غم درحقیقت ایک جانکاہ امر ہے۔ لیکن چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے اس لئے ایسی بھاری مصیبت پر جس قدر صبر کیا جائے اسیقدر امید ثواب ہے لہذا امید رکھتا ہوں کہ آپ مرضی مولا پر راضی ہو کر صبر فرماویں گے۔ اور مردانہ ہمت اور استقامت سے متعلقین کو تسلی دیں گے۔ میں نے ایک جگہ دیکھا ہے کہ بعض خدا کے بندے حب دنیا سے انقطاع کر کے خدا تعالیٰ سے ملیں گے۔ تو ان کے نامہ اعمال میں مصیبتوں کے وقت صبر کرنا بھی ایک بڑا عمل پایا جائے گا۔ تو اسی عمل کے لئے بخشے جائیں گے۔

بخدمت محبی اخویم سید حامد شاہ صاحب السلام علیکم و مضمون واحد۔

خاکسار غلام احمد از قادیان

خط کے پہنچتے ہی دعا کے مغفرت بہت کی گئی اور کرتا ہوں مگر یہ تجویز ٹھہری ہے کہ جنازہ جمعہ کے روز پڑھا جائے۔

نوٹ:۔ چنانچہ مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کے کارڈ سے معلوم ہوا کہ قبل از نماز جمعہ حضور مقدس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بہت دیر تک چپ چاپ کھڑے دعائیں مانگتے رہے۔

مکتوبات احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات جو حضور نے اپنے پرانے خدام اور دوستوں کو لکھے پانچ جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔ ہر جلد کی قیمت عہ، دفتر الحکم قادیان سے طلب فرمائیے۔

مظلومین کشمیر کی امداد کیلئے

حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

"اس وقت کشمیری قوم بھی ابتدائی انسانی حقوق سے محروم ہے۔ اور سالہا سال سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی چلی آتی ہے۔ پس اس وقت ان کی حفاظت کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اور گو وہ ایسا مذہبی کام نہیں جیسے تبلیغ ہے۔ مگر بہر حال اس کا مذہب سے تعلق ہے۔ ہمارا ان مولویوں جیسا فتویٰ نہیں۔ جو یہ کہہ کر یہ مذہبی کام ہے۔ جہاد کا اعلان کر دیتے ہیں۔ بلکہ ہمارا پہلے بھی یہ فتوےٰ تھا۔ اور اب بھی ہے اور ہمیشہ یہی ہوگا۔ کہ یہ ایسا ہی مذہبی معاملہ ہے۔ جیسا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من قتل دون مالہ عرضہ فھو شہید۔ جو شخص اپنے مال اور عزت کی حفاظت میں مارا جاتا ہے۔ وہ شہید ہوتا ہے۔ یہ اگرچہ ایسی شہادت نہیں ہوتی جو اسلامی جنگوں میں کسی مومن کو ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی اسے شہادت کا رنگ دیا گیا۔ بعینہٖ اسی طرح یہ بھی ایک مذہبی اور دینی معاملہ کہلائے گا۔ مگر اس طرح نہیں جیسے تبلیغ اور حفاظت اسلام کا کام ہے اور وہ اور قسم کا دینی کام ہے اور یہ اور قسم کا۔ مگر بہرحال یہ بھی ایک رنگ میں مذہبی کام ہے"۔

پس جبکہ مظلومین کشمیر کی امداد ایک قسم کا مذہبی فریضہ ہے تو نہ صرف احمدیہ جماعت کے افراد کو چندہ کشمیر باشرح ادا کرنا چاہیئے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں سے بھی چندہ لینا چاہیئے۔ اسوقت اس چندہ کی اہم ضرورت ہے۔ احباب خاص توجہ فرمائیں۔

خاکسار فنانشل سکریٹری کشمیر ریلیف فنڈ قادیان

ڈاکٹری تعلیم کے خواہشمندوں کیلئے ضروری اطلاع

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ایک طبیہ کالج جاری کر رکھا ہے۔ جس میں انٹرنس پاس اور منشی۔ مولوی فاضل اور منشی فاضل جو تھوڑی بہت انگریزی جانتے ہوں داخل ہو سکتے ہیں۔ کورس پانچ سال کا ہے۔ جس میں یونانی طریق پر علم طب معہ جدید علم کے سکھایا جاتا ہے۔ پروفیسروں میں ولایت کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب بھی شامل ہیں۔ اور سامان بھی ہر طرح مکمل ہے

فارغ التحصیل طلبہ کو گورنمنٹ اور ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیوں میں ملازمت مل سکتی ہے۔ تعلیمی قابلیت پنجاب کے سب اسسٹنٹ سرجنوں سے کچھ اوپر تک ہوتی ہے۔ ماہواری خرچ اوسطاً ۲۰ ماہوار ہوتا ہے۔ لیکن کالج کی طرف سے بعض مراعات مل جانے پر پندرہ روپے ماہوار تک گزارہ کے لئے کافی ہو سکتا ہے داخلہ ۲۵ جولائی کو ہوگا۔ خواہشمند اصحاب کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے

قواعد داخلہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی کے پرنسپل سے مل سکتے ہیں۔

(ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

حیات نور کا ایک ورق

نورالدینؓ نے کبھی دعا کیلئے بھی حضرت مسیح موعودؑ کو نہ لکھا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے باوجودیکہ اخلاص و فدائیت کا تعلق تھا۔ بجز ایک ابتلا کے کبھی بھی دعا کے لئے نہیں لکھا۔ اور یہ ایسی بات نہیں کہ میں محض قیاس یا خوش اعتقادی سے لکھ رہا ہوں۔ مینے بلا واسطہ حضرت نورالدینؓ سے اس امر کو دریافت کیا۔ اور ان کی زندگی ہی میں اس امر کی اشاعت کی۔ چنانچہ یہ واقعہ ۲۸؍ جون سنہ ۱۹۱۱ء کے الحکم ص ۶ و ص ۵ پر درج ہے۔ اور یہاں بھی اسے ہی نقل کرتا ہوں۔

آپکی زندگی کے چند عجائبات

میری عادت میں داخل ہے کہ جب کوئی موقعہ پاتا ہوں۔ تو بعض باتیں ایسی پوچھ لیتا ہوں۔ جو دوسروں کے نزدیک شاید خلاف ادب ہوں۔ مگر میں اپنے مذاق پر پوچھ ہی لیتا ہوں۔ ایکدن مجھے موقعہ ملا۔ اور مینے چند سوال کئے۔

ایڈیٹر الحکم۔ کیا حضور نے کبھی حضرت صاحب سے کوئی دعا کرائی ہے یا دعا کے لئے لکھا؟

حضرت امیرالمومنین (نورالدین) فرمایا:۔ میں نے کبھی بھی حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے عرض نہیں کیا۔ صرف ایک مرتبہ میں نے حضرت کو لکھا تھا کہ اس میں میری ایک درخواست دعا کی ہے وہ دیکھو تو معلوم ہو جائے گا۔

ناظرین: میں اس معمہ کو حل کرنے کے لئے اس دعا کو یہاں ضروری لکھنا چاہتا ہوں۔ اس کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ حضرت امیرالمومنین کی غرض و غایت اور محبوب ترین شے دنیا میں کیا ہے؟ کسی شخص کی زندگی کے حالات معلوم کرنے کا دعائیں نہایت عمدہ ذریعہ ہیں۔ اور اس بنا پر مینے بعض ان تحریروں میں جو مخالفین اسلام سے بطریق تبادلہ خیالات ہوئیں۔ اس امر کو بڑے زور سے پیش کیا ہے اور اسکو ایک عظیم الشان حربہ **فتح اسلام** کا سمجھتا ہوں۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل زندگی اور پاکیزہ فطرت کے ثبوت میں آپؐ کی دعائیں نہایت قیمتی ماخذ ہیں۔ دعاؤں کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ اور اس کے مخفی در مخفی ارادوں اور جذبات کی کلید ہیں۔ پس اگر ہمارے دوست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں پر غور کریں۔ تو انھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص محبت اور انس پیدا ہو جائے گا۔ اور آپ کی شان بلند اور بھی بڑھتی ہوئی نظر آئے گی۔

غرض کسی شخص کی دعائیں اور اوسکی زندگی کے حالات اور سیرۃ کا راز سر بستہ ہیں۔ اسی خیال سے مینے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپنے کیا دعا کرائی؟ اور آپ دعا کرتے رہے ہیں۔ وہ خط جو حضرت مسیح موعودؑ کو آپنے لکھا یہ ہے:۔

حضرت امیرالمومنین نورالدین کا مکتوب

مولانا۔ مرشدنا! امامنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عالی جناب! میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی خدمت میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے لئے وہ مجدد کیا گیا ہے۔ وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دیدوں۔ اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں۔ اور دن رات لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں۔ اور اسی راہ میں جان دے دوں۔

میں آپ کی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جاوے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔

اگر خریدار براہین کے توقف کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ میں یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں اور ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔

حضرت پیر و مرشد! نابکار شرمسار عرض کرتا ہے کہ براہین کی طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈالدیا جاوے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہووے وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اسی راہ میں فدا کرنے کو تیار ہوں۔

دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو"

حضرت مسیح موعود کا ریمارک مکتوب مذکور پر

اس مکتوب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ریمارک فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور محبت اور انکی غمخواری اور جاں نثاری جیسی ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھکر ان کے حال سے ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کردیں انکی روح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں"

نورالدین کی دعا کی قبولیت

ناظرین الحکم معلوم کریں گے کہ خود جس امر کے لئے اسوقت آپ دعا کرتے تھے۔ وہ یہ تھا کہ ہر وقت حضرت کی خدمت میں حاضر رہیں۔ اور امام زمان سے وہ غرض حاصل کریں جو ان کی بعثت کی ہے۔ اور امام زمان سے جو دعا کرائی وہ یہ ہے کہ **دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو**

ان دونوں امروں پر غور کرو۔ امر اول میں جو دعا کی تھی وہ کیسی مقبول ہوئی۔ کہ آپ کو حضرت کی صحبت میں رہنے کا اب موقعہ ملا کہ اسوقت تک کہ حضرتؑ کا وصال ہوا آپ الگ نہیں ہوتے۔ اس دعا کا جزو اول پورا ہو گیا تو دوسرا جزو بھی یقیناً پورا ہوا کہ آپنے اس مطلب کو پالیا جو آپ کی بعثت کا تھا۔ اور اگر اس مطلب کو حاصل نہ کرتے تو نا ممکن تھا کہ اس رنگ میں استعداد انگیز ہوتے کہ آپ کے بعد اس کے قائم مقام ہوتے!!!

حضرت مسیح موعود سے جو دعا کرائی اس میں کوئی دنیوی غرض اور مقصد نہیں۔ وہ اس امر کی دعا ہے کہ **موت صدیقوں کی موت ہو**۔ کیا مطلب کہ آپ مقام صدق پر کھڑے ہو جائیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کو صدق سے کس قدر پیار ہے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ انعمت علیہم کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ منعم علیہ گروہ میں ایک درجہ صدیق کا ہوتا ہے اور جب انسان صدیق کے مقام پر ہوتا ہے تو چونکہ اصدق الصادقین اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے کلام سے اسکو محبت اور خاص انس پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے حقائق و معارف اسپر کھلتے ہیں۔

اب عملی زندگی میں حضرت خلیفۃ المسیح کی حالت کو دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم سے کس قدر محبت ہے! قرآن کریم ہی آپ کی غذا ہے۔ اسی سے اور اسی میں آپ زندہ رہتے۔

مختصر یہ کہ صدق کے مقام پر انسان قرآن مجید کے حقائق اور معارف کا واقف صادقوں کا رفیق ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کونوا مع الصادقین یہ دعا بھی قبول ہو گئی کیونکہ اس کے آثار ظاہر ہیں۔ اور اللہ تعالے نے عملی رنگ میں آپ کو صدیق اکبر کے مقام پر لاکھڑا کیا۔ جسطرح پر حضرت صدیق رضؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاسبان مقرر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کی جماعت کا لیڈر اور امام آپ ہی کو ٹھیرایا۔"

الحکم کی اشاعت بڑھا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوں

(منیجر)

میں کیوں احمدی ہوا؟

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر مندرجہ ذیل تحریر برائے اشاعت پیش کرتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اور اگر میں خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھے کسی فوری عذاب سے ہلاک کرے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طریق پر قبول کیا:—

بہت ابتدائی زمانہ میں آریوں اور عیسائیوں کے اسلام پر حملوں کو دیکھ کر میرے اور میرے چند دوستوں کے دل میں جو میاں محمد خان صاحب و منشی اروڑا خان صاحب و منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی۔ و مولوی محمد حسین صاحب ساکن بھاگو آرائیں تھے۔ یہ خیال آیا کرتا تھا کہ الٰہی کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ ان کا منہ بند ہو۔ دنیا میں تو اسوقت کوئی عالم نہیں جو ان کے جواب دے سکے۔ اسی فکر میں دن رات رہتا۔ اور خدا سے دعائیں کرتا۔ الٰہی کسی اپنے آدمی کو بھیج۔ ان ہی دنوں منشی محمد خان صاحب کے ذریعہ پتہ لگا کہ قادیان سے ایک شخص کا مضمون ہے کہ اے آریو! اور اے عیسائیو! اگر کوئی خدا کا بندہ تمہارے پیچھے پڑ گیا تو تم کو جان چھڑانی مشکل ہو جاویگی۔ ان ایام سے پہلے میں نے خدا تعالیٰ کی شناخت اور ملاقات کے اشتیاق کے لئے بکثرت درود شریف اور ذکر الٰہی کے لئے مجاہدات کئے۔ آخر ایک رات ایک شخص مجھے نظر آیا۔ اور اس نے کہا کہ "میں ہوں ابا بکر صدیق"۔ اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ ہیں۔ میں نے دیکھا تو وہ ان سے دس بارہ قدم کے فاصلہ پر کھڑے نظر آتے تھے۔ میں نے آپکو دوڑ کر ملنے کا ارادہ کیا۔ انھوں نے پوچھا کیا کرنے لگا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور کے پاس حاضر ہو کر ملنا چاہتا ہوں۔ جواب دیا کہ حضور خود کسی وقت تم کو پھر ملینگے۔ اسوقت تک تم ان کو نہیں مل سکتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے ہمراہ بھی جا سکتا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں تو ان کے ساتھ ہوں۔ اس تکرار میں میری آنکھ کھل گئی۔ وہ رات کا پچھلا حصہ تھا۔ میں اسوقت اٹھ کر مسجد کو چلا گیا۔ آخر میں اپنی زندگی سے اس وجہ سے بیزار ہوا۔ کہ کیا میں ایسا نالائق اور ناپاک ہوں کہ مجھے آنحضرت مل بھی نہیں سکتے۔ اس غم میں مسجد میں جا کر میں نے دیوار سے ٹکریں مارنی شروع کیں کہ خودکشی کر لیتا ہوں اور اسطرح ٹکریں مارتے ہوئے مجھے کمر میں ایک سخت چوٹ لگی۔ اور کچھ بیہوشی سی ہو گئی۔ چند منٹ بعد جب ہوش ہوا۔ تو بعد نماز فجر وہاں سے چلکر بصد مشکل باہر نکلا۔ اور بدقت تمام گھر چلا گیا۔ جب گھر جا کر چارپائی پر لیٹنے لگا۔ تو ایک بزرگ جن کی بناوٹ بلور کی طرح سفید تھی قرآن مجید لے کر میرے پاس آن کھڑے ہوئے اور جب میں نے انھیں دیکھا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نظر آتے تھے۔ میں نے اپنی والدہ سے اسوقت دریافت کیا کہ میں سویا ہوا یا جاگتا ہوں۔ میری والدہ رونے لگی کہ اب سونے جاگنے کی بھی تمیز نہیں رہی۔ اب تو تو پاگل ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں پاگل نہیں ہوں مجھے ایک عظیم الشان بزرگ نظر آ رہے ہیں۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس جگہ کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو وہ صاف صاف نظر آ رہے ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ حضور کی رہائش کس جگہ ہے۔ وہ مسکرا کر چپ ہو رہے۔ اور کچھ نہیں تبلایا۔ یہ عاجز اسی طرح اکثر ۶ سال تک دیکھتا رہا۔ اور آپؐ کی ملاقات کے شوق میں آپ کو تلاش کرتا رہا۔ کہ یہ کہاں ہیں۔ ان کی تلاش میں ضلع گورداسپور۔ قلعہ میاں سنگھ۔ وزیر آباد۔ لاہور۔ امرتسر جالندھر۔ کپورتھلہ۔ دہلی آگرہ گوالیار دکن وغیرہ علاقوں میں اکثر بھوکا پیاسا پھرتا رہا اور کئی جگہ بیعتیں بھی کیں۔ سب سے آخر کرتارپور میں مہر علی نام ایک قطب شناس کے پاس جا کر اپنا تمام احوال بیان کیا کہ مجھے پتہ دیں انھوں نے کہا کہ بعد بیعت بتاؤں گا۔ میں نے کہا کہ کئی جگہ بیعت کر چکا ہوں آپ بھی بیعت لے لیں انھوں نے بیعت لے کر نماز فجر کی نسبت دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ میں ساری نمازیں ادا کیا کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ تسبیح لاؤ۔ میں نے تسبیح سے کراہت ظاہر کی مگر ان کے اصرار پر تسبیح لے آیا اور انھوں نے مجھے کہا بعد نماز فجر قطب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کی ایک تسبیح ختم کر کے ایک قدم آگے چل کر پھر تسبیح لیتی۔ ادفعہ بڑھ کر اقدم چلو اور اور پھر اسی طرح پر ہر قدم پر اسی کلمہ کو ۱۰۰ مرتبہ کہہ کر واپس اپنے مقام پر آؤ۔ گویا ۲۲۰۰ مرتبہ اس کلمہ کو پڑھیں۔ میں نے اسے شرک سمجھا اور بہت گھبرایا۔ اور اس بزرگ کو سخت سست کہا۔ اور اٹھ کر واپس آنے لگا۔ تو اس نے کہا کہ پھر واپس کب آؤ گے۔ میں نے کہا کہ پھر ہرگز نہیں آؤں گا۔ مجھے یہ یقین پڑتا ہے کہ اس نے مجھے کہا تھا کہ سب جگہ جانا۔ لیکن قادیان نہ جانا۔ میں نے کہا کہ تم اس امر کے میرے ٹھیکہ دار نہیں ہو۔ تم کو اس سے کیا۔ جہاں میرا جی چاہے گا جاؤنگا۔

آخر اس موقعہ کے بعد سخت غم ہوا اور خیال آیا کہ اب عرب کو چلتے ہیں۔ اور اس بزرگ کو جو کہ نظر آتے ہیں۔ وہاں تلاش کرتے ہیں۔ رات جب سویا۔ تو خواب میں مکہ شریف پہنچا۔ تو کعبہ کے اندر ایک شخص سیاہ فام۔ لمبا قد۔ سرخ آنکھوں والا قرآن مجید لپیٹ کر بغل میں دبائے کھڑا دیکھا۔ اسوقت مجھے یہ خیال آیا کہ کعبہ کی چھت کو دیکھنے کی لوگ ممانعت کرتے ہیں۔ میں نے اسوقت چھت کی طرف چھت کی طرف دیکھا۔ تو چھت بہت ہی بلند تھی۔ گویا آسمان تک پہنچی ہوئی تھی۔ آخر چھت کے اوپر ایک نورانی سوئی دیکھی ایک اوپر آسمان کی طرف سیدھی تھی اور دوسری اس کے اوپر افق کی طرف اس صورت پر ↑ پھر میں بیدار ہو گیا۔ اور میرے دل میں یہ تعبیر ڈالی گئی کہ عرب کے ملک میں یہ بزرگ نہیں۔ اسوجہ سے عرب کا عزم ترک کیا۔ بعدہ صبح سے دوپہر تک میری روح منقبض رہا کرے اور دوپہر کے بعد قبض ہٹنے شروع ہو جایا کرے۔ اور شام تک بالکل آرام آ جاتا تھا۔ پھر ایک دفعہ خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبض کی حالت میں ملے۔ حضور نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ میں نے بار بار خدا کے راستے کی بابت حضور سے سوال کیا فرمایا کہ ضرور بتلائیں گے۔ پھر مجھے خواب میں ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں سو گیا ہوں۔ صبح جب میں اٹھا تو روح کی قبض کی حالت دور ہو چکی تھی۔ اور مجھے بکلی صحت تھی۔

پھر کئی سال خواب میں اپنے گاؤں سے شمال مشرق کی طرف آ کر کے نظارے دیکھتا رہا۔ اور یہ کہ ایک سیڑھی دار چھوٹی سی مسجد میں ایک جماعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تھا۔ اور اُن کے پیچھے نماز باجماعت پڑھتا رہا۔ یہ خواب بہت کثرت سے آتا رہا۔

اس کرتارپور والے قطب صاحب کے کہنے کی وجہ سے میں نے اپنے گاؤں کے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ قادیان میں بھی کوئی بزرگ ہے۔ تو انھوں نے مجھے براہین احمدیہ جو حضرت صاحب کی پہلی کتاب ہے دی۔ میں چند ایک سوالات اس کے متعلق لیکے اور عازم قادیان ہوا۔ جب میں ننگل کے پاس پہنچا تو خواب والا راستہ جو مدتوں سے دیکھا کرتا تھا مل گیا۔ جس پر چل کر مسجد مبارک کی سیڑھیوں کو تلاش کر کے ان پر چڑھ کر مسجد میں آیا۔ اور اچھی طرح شناخت کرلی کہ یہ وہی مسجد تھی۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اتنا فرق تھا کہ وہ مسجد خواب والی بہت فراخ نظر آیا کرتی تھی اور اس میں بے شمار آدمی نظر آیا کرتے تھے۔ لیکن جب میں یہاں پہنچا تو اس میں کوئی بھی آدمی موجود نہ تھا۔ آخر ظہر کیوقت باوضو ہو کر مسجد میں آن بیٹھا ۵-۶ آدمی اور بھی بعد میں آ گئے۔ اندر گھر کی طرف سے زنجیر (کنڈی) کی آواز آئی میں نے کنڈی کھولدی۔ جب دروازہ کھلا تو اندر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے السلام علیکم کہا۔ میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور میں نے بعد وعلیکم السلام عرض کیا کہ حضور نے میرے ساتھ خوب کیا۔ مجھے پہلے نہیں بتایا کہ میں یہاں ہوں۔ حضور نے فرمایا میں منجم نہیں ہوں۔ مجھے کیا معلوم تھا۔ خیر اب تو تم آ ہی گئے ہو۔ پھر حضور شام کیوقت خود بھی ایک نوکر کے ہمراہ کے اور کھانا لائے۔ آخر ہم نے مع دو تین اور مجذوبوں کے ملکر کھانا کھایا دوسرے مجذوب حضرت کے ہاتھ سے چھین کر بھی لقمے کھاتے تھے۔ اور حضور مسکرا دیتے تھے۔ حضور نے بعد تناول کھانا فرمایا کہ ۱۸-۱۹ دوست چند دن سے ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ مگر ساتھ خدا وعدہ کرتا ہے یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق تم بھی چلے جاؤ۔ مجھکو سخت غم ہوا۔ میں نے کہا کہ میں حضور کو آسمانوں سے اترتے دیکھ آیا ہوں۔ دوسرے مجذوبوں نے کہا کہ ہم نے تو عرش پر دستیں کرکے آپکو منگایا ہے۔ اب ہم کو آپ میں کیا دیتے ہیں۔ اور ہمارے لیے کیا لائے ہیں۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ اچھا ٹھیرو۔

میں نے بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا "کیا ہے یہ بیعت" اسوقت حضور کو بیعت کا حکم نہیں ملا تھا۔ چند دن ٹھیر کر میں واپس چلا گیا۔ پھر جب میں آیا تو حضور بیعت لیتے تھے۔ میں بھی بیعت ہو گیا۔ ان دنوں مطب میں حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے بعد سلام کہا کہ لوگو یہ ابو بکر صدیق ہے اس کو نہ چھوڑنا۔ فرمایا۔ تم اپنا کام کرو۔ اور دل سے تحسین کیا۔ میں نے کہا کہ بہتر۔ میرے واقفوں میں سے اسوقت کے واقف چودھری فتح محمد صاحب سیال ہیں۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح اول۔ حکیم فضل دین صاحب۔ خواجہ کمال الدین۔ مولوی محمد علی صاحب وغیرہ اوروں کی مجھے خبر نہیں۔

(خاکسار خدا بخش بقلم خود سکرٹری جماعت احمدیہ بھاگو آرائیں
تحصیل سلطان پور ریاست کپورتھلہ)

حیات نور کا ایک ورق

نور الدین رضہ نے کبھی دعا کیلئے بھی حضرت مسیح موعودؑ کو نہ لکھا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے باوجودیکہ اخلاص و فدائیت کا تعلق تھا۔ بجز ایک ابتلا کے کبھی بھی دعا کے لئے نہیں لکھا۔ اور یہ ایسی بات نہیں کہ میں محض قیاس یا خوش اعتقادی سے لکھ رہا ہوں۔ مینے بلا واسطہ حضرت نور الدین رضہ سے اس امر کو دریافت کیا۔ اور ان کی زندگی ہی میں اس امر کی اشاعت کی۔ چنانچہ یہ واقعہ ۱۴؍ جون سنہ ۱۹۱۱ء کے الحکم ص ۴ و ص ۵ پر درج ہے۔ اور یہاں بھی اسے ہی نقل کرتا ہوں۔

آپکی زندگی کے چند عجائبات

میری عادت میں داخل ہے کہ جب کوئی موقعہ پاتا ہوں۔ تو بعض باتیں ایسی پوچھ لیتا ہوں۔ جو دوسروں کے نزدیک شاید خلاف ادب ہوں۔ مگر میں اپنے مذاق پر پوچھ ہی لیتا ہوں۔ ایکدن مجھے موقعہ ملا۔ اور مینے چند سوال کئے۔

ایڈیٹر الحکم۔ کیا حضور نے کبھی حضرت صاحب سے کوئی دعا کرائی ہے یا دعا کے لئے لکھا؟

حضرت امیر المومنین (نور الدین) فرمایا:۔ میں نے کبھی بھی حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے عرض نہیں کیا۔ صرف ایک مرتبہ میں نے حضرت کو لکھا تھا کہ اس میں میری ایک درخواست دعا کی ہے وہ دیکھو تو معلوم ہو جائے گا۔

ناظرین: میں اس معمہ کو حل کرنے کے لئے اس دعا کو یہاں ضروری لکھنا چاہتا ہوں۔ اس کو پڑھکر آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ حضرت امیر المومنین کی غرض و غایت اور محبوب ترین شے دنیا میں کیا ہے؟ کسی شخص کی زندگی کے حالات معلوم کرنے کا دعائیں نہایت عمدہ ذریعہ ہیں۔ اور اس بنا پر مینے بعض ان تقریروں میں جو مخالفین اسلام سے بطریق تبادلہ خیالات ہوئیں۔ اس امر کو بڑے زور سے پیش کیا ہے اور اسکو ایک عظیم الشان حربہ **فتح اسلام** کا سمجھتا ہوں۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی **کامل زندگی** اور **پاکیزہ فطرت** کے ثبوت میں آپؐ کی دعائیں نہایت قیمتی ماخذ ہیں۔ دعاؤں کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ اور اس کے مخفی در مخفی ارادوں اور جذبات کی **کلید** ہیں۔ پس اگر ہمارے دوست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں پر غور کریں۔ تو انھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص محبت اور انس پیدا ہو جائے گا۔ اور آپ کی **شان بلند** اور بھی بڑھی ہوئی نظر آئے گی۔

غرض کسی شخص کی دعائیں اور اوسکی زندگی کے حالات اور سیرۃ کا راز سربستہ ہیں۔ اسی خیال سے مینے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپنے کیا دعا کرائی؟ اور آپ دعا کرتے رہے ہیں۔ وہ خط جو حضرت مسیح موعودؑ کو آپنے لکھا یہ ہے:۔

حضرت امیر المومنین نور الدین کا مکتوب

مولانا۔ مرشدنا! اماما! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عالی جناب! میری دعا یہ ہے کہ **ہر وقت حضور کی خدمت میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے لئے وہ مجدد کیا گیا ہے۔ وہ مطالب حاصل کروں۔** اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دیدوں۔ اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں۔ اور دن رات لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں۔ اور اسی راہ میں جان دے دوں۔

میں آپ کی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جاوے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔

اگر خریدار براہین کے توقف کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ میں یہ ادنیٰ خدمت بجا لاؤں اور ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔

حضرت پیر و مرشد! نابکار شرمسار عرض کرتا ہے کہ براہین کی طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈالدیا جاوے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہووے وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کو تیار ہوں۔

دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو"

حضرت مسیح موعود کا ریمارک مکتوب مذکور پر

اس مکتوب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ریمارک فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح **کا صدق اور محبت اور انکی غمخواری اور جاں نثاری جیسی ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے** بڑھ کر ان کے **حال** سے ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کر دیں **انکی روح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں"**

نور الدین کی دعا کی قبولیت

ناظرین الحکم معلوم کریں گے کہ خود جس امر کے لئے اسوقت آپ دعا کرتے تھے۔ وہ یہ تھا کہ ہر وقت **حضرت کی خدمت میں حاضر رہیں۔ اور امام زمان سے وہ غرض حاصل کریں جو ان کی بعثت کی ہے۔ اور امام زمان سے** جو دعا کرائی وہ یہ ہے کہ **دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو**

ان دونوں امروں پر غور کرو۔ **امر اول** میں جو دعا کی تھی وہ کیسی مقبول ہوئی۔ کہ آپ کو حضرت کی صحبت میں رہنے کا اب موقعہ ملا کہ اسوقت تک کہ حضرتؑ کا وصال ہوا آپ الگ نہیں ہوئے۔ اس دعا کا جزو اول پورا ہو گیا تو دوسرا جزو بھی یقیناً پورا ہوا کہ آپنے اس مطلب کو پالیا جو آپ کی بعثت کا تھا۔ اور اگر اس مطلب کو حاصل نہ کرتے تو ناممکن تھا کہ اس کے رنگ میں اسقدر رنگین ہوتے کہ آپؑ **کے بعد اس کے قائم مقام ہوتے!!!**

حضرت مسیح موعود سے جو دعا کرائی اس میں کوئی دنیوی غرض اور مقصد نہیں۔ وہ اس امر کی دعا ہے کہ **موت صدیقوں کی موت ہو۔** کیا مطلب کہ آپ **مقام صدق** پر کھڑے ہو جائیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کو **صدق سے کس قدر پیار ہے!**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ انعمت علیہم کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ منعم علیہ گروہ میں ایک درجہ صدیق کا ہوتا ہے اور جب انسان **صدیق کے** مقام پر ہوتا ہے تو چونکہ **اصدق الصادقین اللہ تعالیٰ** کی ذات ہے **اس کے کلام سے اسکو محبت اور خاص انس پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے حقائق و معارف اس پر کھلتے ہیں۔**

اب **عملی زندگی** میں حضرت خلیفۃ المسیح کی حالت کو دیکھتے ہیں کہ **قرآن کریم سے کس قدر محبت ہے! قرآن کریم ہی آپ کی غذا ہے۔ اسی سے اور اسی میں آپ زندہ رہتے۔**

مختصر یہ کہ صدق کے مقام پر انسان قرآن مجید کے حقائق اور معارف کا واقف **صادقوں کا رفیق** ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے **کونوا مع الصادقین** یہ دعا بھی قبول ہو گئی کیونکہ اس کے آثار ظاہر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے عملی رنگ میں آپ کو **صدیق اکبر** کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ جسطرح پر حضرت صدیق رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاسبان مقرر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کی جماعت کا **لیڈر** اور **امام** آپ ہی کو ٹھیرایا"

الحکم کی اشاعت بڑھا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوں

(منیجر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پرانی تحریریں!

الحکم کے مقاصد میں یہ امر کہ وہ ہر اس تقریر یا تحریر یا واقعہ کو محفوظ کر دے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک حقیقی طور پر پہنچتا ہے ایک زمانہ گذرتا ہے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض مضامین کو "پرانی تحریریں" کے نام سے شائع کیا تھا۔ الحکم میں آئندہ بھی ایسے مضامین جو کسی زمانہ میں حضرت اقدس نے بعض اخبارات میں شائع کئے تھے۔ اور اب وہ اخبار یا رسالے بھی نادر و نایاب ہیں شائع کر دیئے جاویں گے۔ آجکل اتفاق سے مجھے "منشور محمدی" بنگلور مورخہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۹۶ھ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک انعامی اشتہار میری نظر سے گذرا۔ جو اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوا۔ میں اسے اس غرض سے کہ وہ محفوظ ہو جاوے اور اس نیت سے کہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو کہ حضرت اقدس کو قرآن مجید کی تعلیم کے اکمل و اعلیٰ ہونے پر کس قدر بصیرت تھی شائع کرتا ہوں۔ احباب خیال رکھیں کہ اگر کسی کو ودیا پرکاش امرتسر۔ آریہ درپن شاہجہانپور۔ آفتاب پنجاب لاہور۔ وکیل ہندوستان و نیز ہندوستان کے اخبارات سنہ ۱۸۷۶ء سے لے کر سنہ ۱۸۸۲ء تک ملیں اور ان میں حضرت اقدس کا کوئی مضمون ہو تو اسے نقل کر کے میرے پاس بھیج دیں تا کہ اسے شائع کر کے محفوظ کر دیا جائے۔ (عرفانی)

پانسو روپیہ کا اشتہار

میں اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کر کے پنڈت دیانند صاحب سورستی کو خصوصاً اور دیگر پنڈتان اور علمای مسیحی کو عموماً بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی صاحب متفرق مقاموں کے قول جو وید یا انجیل میں بابت تاکید التزام حق گوئی اور راست روی اور صدق شعاری کے صریح صریح موجود ہوں بقید تعداد و تکرار تاکید کے ایک فہرست میں نمبر وار جمع کریں یعنی یہ ظاہر کر کے دکھلا دیں کہ مثلاً تاکید راست گوئی کی بیس مقام وید میں آئی ہے یا تیس مقام میں آئی ہے۔ بعد اس کے ایک نقل اس فہرست کی دستخطی اور مہری اپنی ہمارے پاس بھیج دیں اور میں اس جگہ سے ایک فہرست مکمل ان آیات و اقوال کی جو ہم کو خدا تعالیٰ نے بابت لازم پکڑنے صدق اور راستی کے کل اقوال اور افعال میں ارشاد فرمایا ہے بعد ثبت دستخط اپنے کے بھیجوں گا۔ بعد میں داخلہ اور پڑتال صحت کے اگر نمبر مقامات وید یا انجیل کے جو مضمون تاکید راست گوئی پر بطور تذکیر یا ترغیب یا تبشیر یا انذار یا مدح یا ذم کذب کے دلالت کرتے ہوں ہماری فہرست پیش کردہ سے تعداد میں زیادہ نکلیں۔ اگرچہ ایک نمبر میں زیادتی کا ہو۔ یا برابر نکلیں یا ثلث کم نکلیں۔ تو میں مبلغ پانسو روپیہ اس شخص کو دوں گا جو ایسی فہرست پیش کر کے ثابت کرے۔ اور اگر ادا میں توقف ہو تو شخص غالب کو اختیار ہو گا جو بموجب قانون معاہدہ مجریہ حال اور ایکٹ ۱۰ سنہ ۱۸۷۷ء روپیہ عہد نامہ ہذا کا بذریعہ سرکار سے وصول کرے۔ لیکن اگر بعد اس اشتہار کے کوئی سر نہ اٹھاوے تو وہ مغلوب سمجھا جائے گا۔ فقط

المشتہر مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم رئیس قادیان عفی عنہ

اعلان نامہ متعلقہ اشتہار

ہر ایک دانا پر جو طالب حق ہے یہ بات واضح ہے جو بعد توحید جناب باری تعالیٰ کے عمدہ تعلیم سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے کی ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بزرگ نیکی ہے کہ اگر انسان اپنے سب قولوں اور فعلوں اور حرکتوں اور سکونوں اور جملہ معاملات اور مواد نیک میں بشرط نیک نیتی اور اتباع امور خیر کے لازم پکڑے۔ تو باقی سب نیکیاں بالغرض حاصل ہو جائیں گی۔ اے تمام ارباب صدق و دیانت پر روشن ہو کہ اگرچہ خدا کی سب پاک کتابیں ہمارا ایمان ہے و امنت باللہ و رسلہ ورد دل و زبان ہے۔ لیکن ہم عدالت اور حق کے التزام کی تعلیم محمدی میں جس کا مخزن قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں اس قدر تاکید شدید پاتے ہیں کہ بلاشائبہ تکلف ہزارم حصہ اس کا بھی دوسری کتاب میں نظر نہیں آتا۔ وجہ یہ معلوم ہوتی جو وہ رسول خاتم الرسل ہے اس لئے تعلیم ان کی مکمل اور متمم دوسری کتابوں کی ہے۔ اور یہ میری بست سالہ تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ جو سچ میں ظاہر کرتا ہوں۔ لہٰذا ایک اشتہار انعامی پانسو روپیہ کا جو ہمراہ اعلان نامہ ہذا ہے مشتہر کر کے بخدمت جملہ صاحبان مسیحی یہودی و مجوسی و آریہ سماج و عامہ پنڈتان ہنود ملتمس ہوں کہ کوئی صاحب میری رائے سے متفق نہ ہوں تو حسب شرائط مندرجہ اشتہار کے الہامی کتاب مخصوص الرسول و کلام الرسول سے جو اس فرقے میں مشتہر ہو چکے ہوں۔ تعداد مختلف اوقات کے احکام اور مواعظ صدق کا پیش کریں اور ہم بھی انہیں شرائط کے پابند رہیں گے۔ اور شخص غالب کو حسب شرائط اشتہار اور اعلان نامہ ہذا کے کل روپیہ بکمشت دیا جاوے گا۔ اور در حالت مغلوب ہونے کے ہماری طرف سے کچھ تقاضا نہیں ہو گا۔ فقط

المشتہر و المعلن
مرزا غلام احمد رئیس قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات
حیات احمد
دوسری جلد کا دوسرا نمبر
جس میں سنہ ۱۸۸۳ء تک کے واقعات درج ہیں۔
قیمت صرف ایک روپیہ
ملنے کا پتہ
منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان

مشاہدات عرفانی

قارئین کرام میں سے وہ احباب جو ہمعصر "الفضل" کے خریدار گذشتہ نو دس برس سے ہیں جانتے ہیں کہ میں جب سنہ ۱۹۲۵ء میں ولایت میں گیا تھا تو میرے مشاہدات مندرجہ بالا عنوان سے الفضل میں شائع ہوا کرتے تھے۔ اور احباب اس قدر دلچسپی سے انہیں پڑھتے تھے کہ اکثر دوستوں نے اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے مجھے ولایت خطوط لکھے۔ یہ ان دوستوں کی قدردانی تھی۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ ایسا ہی میرے خطوط سیاحت عرفانی کے عنوان سے لاہور کے پیسہ اخبار میں چھپتے تھے اور جس سلسلہ کی مولوی محبوب عالم صاحب نے از بس تعریف کی تھی۔ میرے مشاہدات ایران کے بعض فارسی جرائد میں بھی شائع ہوئے جن کو میں نے اپنی ٹوٹی پھوٹی فارسی میں لکھا تھا۔ مگر وہاں کے اخبارات نے اسے عزت کی نظر سے دیکھا

اب جو میں نے اپنے نوٹوں کو دیکھا تو مجھے تحریک ہوئی کہ میں الحکم کے ایک صفحہ میں اپنے مشاہدات بھی مستقل طور پر شائع کروں اور اس طرح پر لوگوں میں اپنے سفر یورپ و بلاد اسلامیہ کے حالات کتابی صورت میں شائع نہ کر سکا۔ تو اس طرح کچھ تلافی ہو سکے گی۔ میں ان مشاہدات میں کسی ترتیب کو مد نظر نہیں رکھوں گا۔ البتہ تاریخ دیدی جائے گی۔ تاکہ جب کبھی مجھے یا میرے بچوں کو اسکو کتابی شکل میں مرتب کرنا پڑے تو آسانی ہو۔ مجھے امید ہے کہ الحکم کے قدردان اسے بھی دلچسپی سے پڑھیں گے۔ (عرفانی)

۱۴؍جولائی سنہ ۱۹۲۶ء یوم چہار شنبہ

برادرم اسلام انڈکو کے معاملہ کے متعلق آج پھر مسٹر گارنر کو ملنے کے لئے گیا۔ اس لئے کہ اس نے جو خط مجھے لکھا تھا وہ نہ صرف مبہم سا تھا بلکہ اس میں مال واپس کر دینے کی بھی دھمکی تھی۔ بہر حال ان سے دیر تک گفتگو ہوئی اور انہوں نے کہا کہ میں کل کی ڈاک سے روپیہ بھیج دوں گا اور ہر ڈاک سے روانہ کرتا رہوں گا۔ جن اشیاء کے متعلق تنازعہ ہے وہ اسی اثناء میں طے ہوتا رہے گا۔ میری طبیعت کل سے افسردہ سی ہے۔ ایسے حالات اور اوقات بھی آتے ہیں اور آنے ضروری ہیں۔ ہندوستان کی ڈاک کے لئے خطوط لکھے۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک مختصر سا آرٹیکل الفضل کے لئے لکھا۔ شام کو حسب معمول ۹ بجے کے قریب پارک گیا۔ میں ایک جگہ کھڑا تھا کہ ایک انجنیر صاحب جو ہندوستان رہ آئے ہیں آ ملے ستر کے قریب سن ہے۔ مگر قویٰ اچھے ہیں ایک دہریہ مقرر کی تقریر سن کر آ رہے تھے۔ یہ ایک سیکولر پلیٹ فارم کہلاتا ہے۔ اس پر ہمیشہ ایسے لوگ تقریریں کرتے ہیں۔ جو عیسائیت کے خطرناک

دشمن ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی ہستی کے بھی منکر ہیں۔ میں نے ان مختلف پلیٹ فارموں کے متعلق کسی دوسری جگہ ذکر کر دیا ہے۔ غرض وہ واپس جا رہے تھے۔ مجھے تنہا کھڑا دیکھ کر آ گئے۔ اور کہا کہ آج آپ نے کوئی گفتگو نہیں کی۔

میں۔ میں تو ابھی آیا ہوں اور آپ کو معلوم ہے کہ میں تقریریں تو کرتا نہیں۔ کسی نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا تو خوشی سے کر لیتا ہوں۔ اب آپ آ گئے ہیں آپ سے باتیں کرونگا

انجنیر صاحب۔ سکیو پلیٹ فارم والے کہتے ہیں کہ اگر خدا ہے۔ تو اندھے اور گونگے بچے کیوں پیدا کرتا ہے ان بچوں کو اس مصیبت میں کیوں ڈالتا ہے۔

میں۔ پھر آپ ان کو کیا کہتے ہیں۔

انجنیر صاحب۔ میں تو آپ کو معلوم ہے کہ خدا کا قائل ہوں۔ مگر یہ سوال زبردست ضرور ہے۔ یہ بات مجھ کو بھی تکلیف دیتی ہے کہ ایسے بچے کیوں پیدا ہوتے ہیں۔

میں زبردست تو کچھ بھی نہیں۔ البتہ مضحکہ خیز ہے۔ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ کیا کسی چیز کا اگر علم نہ ہو تو اس سے یہ لازم آ جاتا ہے کہ اس شے کا وجود نہ ہو۔ بہت سی چیزیں آپ نہیں جانتے۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نہیں ہیں۔

انجنیر صاحب۔ ہاں یہ تو درست ہے۔

میں۔ بہت اچھا۔ اب ایک اور بات لو۔ ایک بچہ جو اندھا پیدا ہوا ہے۔ جس نے کبھی کچھ دیکھا نہیں۔ اس کے لئے یہ تجویز کرنا کہ وہ نہ دیکھنے کی وجہ سے تکلیف اٹھا رہا ہے یہ آپ کا محض خیال ہے۔ یا نہیں۔ اس بچہ کو اس تکلیف کا احساس بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس نے تو کبھی دیکھا ہی نہیں جو خوشی یا لذت آنکھ سے تعلق رکھتی ہے اس کو اس نے نہیں چکھا۔ پس اسے تو اس کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ اسکی وہ خوشی محض محسوسات اور سماعت سے تعلق رکھتی ہے وہ ہر آہٹ سے ایک نیا لطف اٹھاتا ہے۔ اور ہر چیز کو ہاتھ لگانے سے ایک خاص علم پاتا ہے۔ جو لذت اور خوشی آپکو اشیاء کے دیکھنے سے ہوتی ہے۔ وہ اسے صرف سننے اور چھونے سے ہوتی ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

انجنیر صاحب۔ ہاں یہ تو درست ہے۔

میں۔ پھر یہ کہنا تو صحیح نہیں ہوا کہ ان کو تکلیف ہوتی ہے پس یہ حصہ تو غلط ثابت ہو گیا اور اسطرح پر یہ دلیل کمزور ہو گئی۔ اب رہی یہ بات کہ کیوں ہوتا ہے؟ اور چونکہ ہم کو معلوم نہیں کہ کیونکر ہوتا ہے۔ اسلئے کوئی خدا ہی نہیں کیونکہ خدا ایسا نہیں کر سکتا۔ یہی اس دلیل کا منشاء ہے۔؟

انجنیر صاحب۔ ہاں

میں۔ بہت خوب! ابھی آپنے مانا ہے عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ مگر یہاں عدم علم کا سوال ہی نہیں یہاں صرف اتنی بات ہے کہ ایک چیز ہم دیکھتے ہیں۔ اس کا سبب ہم کو معلوم نہیں۔ اور اس سبب کے نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ چونکہ ہم کو سبب معلوم نہیں۔ اس لئے مسبب ہی نہیں ہو سکتا۔ اب آپ ہی سوچیں کہ اس سے بڑی غلطی اور بے وقوفی ہوگی۔ دنیا کے تمام علوم اس سے باطل ہو جاتے ہیں۔ کوئی عقلمند اس دلیل کو تسلیم نہیں کر سکتا علاوہ بریں یہ بھی صحیح نہیں کہ ہمکو سبب معلوم نہیں۔ بعض تعلیمی اور اسباب ایام حمل و مباشرت میں ایسے ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے بعض بیماریاں بچوں میں پیدا ہو کر اپنا اثر چھوڑ دیتی ہیں۔ طبی تحقیقات نے ان امور پر بڑی وضاحت کی ہے یہاں تک کہ تسلیم کیا گیا ہے کہ خیالات تک کا اثر ہوتا ہے۔ اور یہ راز طبی سائنس نے عملی طور پر آج سمجھا ہے۔ مگر اسلام نے بہت عرصہ پہلے اس راز کو کھول دیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان اثرات بد کی اصلاح کے لئے شادی کے زمانہ میں علاج بتایا ہے میں یہ آپ کو بتاؤں گا اگر آپ سننا چاہیں گے۔ مگر میں پہلے یہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ دلیل کسی طرح خدا تعالیٰ کے نہ ہونے کی نہیں

علاوہ بریں میں آپ کی توجہ ایک اور امر کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ کیوں کا سلسلہ جہاں چاہو پیدا کر لو۔ مگر انسان کا فرض یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ میرے اس سوال کا تعلق میرے اخلاق اور میری روحانیت یا معاشرت پر کیا پڑتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کہے کہ یہ درخت اتنا اونچا کیوں ہے؟ باٹنی کے ماہر اس کے وجوہات بھی بتائینگے۔ مگر آپ یہ بتائیں کہ کیا ان وجوہات کے معلوم ہو جانے پر ہم کو سچ بولنے کی عادت ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ سے قرب حاصل ہو جائے گا۔ عملیات کی سوسائٹی سے اس کا تعلق ہے اگر یہ ہوتا تو ان تمام علوم کو حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ اخلاق اور روحانیت کی ضرورت ہوتی۔ حالانکہ آپ انجنیر ہیں آپ ہی بتائیں کیا انجنیر کے لئے سچ بولنا یا خدا کا ماننا بھی ضروری ہے؟ کیا ایک چور اور بدکار انجنیر نہیں بن سکتا؟

انجنیر صاحب۔ ہاں یہ تو درست ہے۔

میں۔ پس ہمکو اپنے سوالات میں اس غرض کو نہیں بھولنا چاہیئے کہ ان باتوں کا ہمارے اخلاق اور روحانیت سے کیا تعلق ہے؟ اس قسم کے سوالات دراصل وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے خیالات کی آزادی کو آڑ بنا کر ہر بُرے اخلاق کے لئے ایک وجہ پیدا کرتے ہیں۔ اور بدیوں کے ارتکاب کرتے ہیں

انجنیر صاحب۔ بدی کہاں سے آتی ہے؟

میں پھر آپنے وہی طریق اختیار کیا۔ میں ابھی بتاؤں گا لیکن آپ یہ بتائیں کہ اگر کسی شخص کی آستین میں سانپ ہو تو اس کا پہلا فرض کیا ہوگا۔ کیا اس سانپ کو مارے اور اپنے آپ کو اس کے حملے سے بچائے یا یہ فیصلہ کرے کہ آستین میں آیا کہاں سے؟

انجنیر صاحب۔ نہیں اسکو پہلے مارنا چاہیئے

میں۔ بہت درست! اگر وہ اس فلسفہ پر غور کرے گا کہ کیوں کر آیا تو قبل اس کے کہ کسی نتیجہ پر پہونچے اپنا خاتمہ کرے گا اسی طرح پر ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم سوچیں بدی آئی کہاں سے بلکہ یہ کہ اس بدی سے بچ کیوں کر سکتے ہیں؟ یہی ایک چیز ہے۔ جو دنیا کا کوئی مذہب نہیں بتاتا۔ مگر صرف اسلام بتاتا ہے اور اسی کی ضرورت دنیا کو ہے۔

انجنیر صاحب۔ جس قدر خواہشیں بد ہیں وہ سب انسان لیکر آتا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں فطرتاً بد خواہش رکھتا ہے۔

میں۔ یہی تو غلط ہے کوئی خواہش حقیقت میں بد نہیں ہے۔ ہر خواہش کے پورا کرنے کا جو طریق انسان خود اختیار یا تجویز کرتا ہے۔ وہ اسے برا بنا دیتا ہے۔ پس وہ بد استعمالی اس کی خوبی کو بدی سے تبدیل کر دیتی ہے۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ فرضاً ایک شخص چاہتا ہے کہ میں دولت مند بن جاؤں۔ یہ خواہش نفس الامر میں بری نہیں اسلئے کہ یہ ظل ہے اس خواہش کا جو انسان کے اندر ایک غیر محدود ترقی کی ہے جس سے ہم کہتے ہیں کہ اس کی روحانی ترقی کی انتہا نہیں ہو سکتی لیکن اس خواہش کے پورا کرنے کے لئے اگر وہ چوری کرتا یا دوسروں کو دھوکا دیتا ہے تو یہ ایک قانونی اور مذہبی جرم ہو جائے گا۔ برخلاف اس کے تجارت سے ملازمت سے زمینداری سے محنت کر کے روپیہ کماتا ہے۔ اور دیانتداری اور کفایت سے جمع کر کے مالدار ہو جاتا ہے۔ تو کوئی شخص اس خواہش کو برا نہیں کہے گا۔ پس نفس خواہش جو فطرتی چیز ہے وہ بری نہیں۔ مگر جب اس کے پورا کرنے کے سامان انسان خود تجویز کرتا ہے۔ اور اس راہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے خود بتا دی تھی۔ تو وہ بدی کا ارتکاب کرتا ہے۔ چیز ایک ہی ہے اور نفس الامر میں بری نہیں اس کی بد استعمالی برا بنا دیتی ہے۔

انجنیر صاحب۔ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ انسان فطرت سے گناہ لے کر نہیں آیا۔

میں۔ ایسا کہنا بے وقوفی کی بات ہے۔ گناہ انسان کی فطرت میں نہیں ہے۔ جب وہ پیدا ہوتا ہے تو بالکل معصوم آتا ہے اور نیچر میں آپ دیکھیں کہ ہر شے جو دنیا میں آتی ہے۔ وہ اپنی پیدائش کے ساتھ کیسی خوبصورت اور پیاری ہوتی ہے۔ بعد میں اس کے ساتھ ہم خود خرابیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ پانی کا چشمہ جہاں سے نکلتا ہے کیسا مصفیٰ ہوتا ہے راستہ میں آ کر گدلا ہو جاتا ہے۔ پودے دیکھو جب پہلے نکلتے ہیں کیسے خوبصورت ہوتے ہیں۔ فطرت سے کوئی چیز بری ہی نہیں اور نہ بے معنی ہے۔ اسلام نے اس حقیقت کو کھولا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ

دنیا کی ہر چیز اپنی فطرت کی پاکیزگی سے خدا کی پاکیزگی بیان کرتی ہے۔

یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض

اور کوئی چیز دنیا میں عبث اور فضول پیدا نہیں کی گئی —

ربنا ما خلقت ھذا باطلا —

اصل یہ ہے کہ لوگوں نے اخلاق کے فلسفہ کو اور طبعی جذبات کی حقیقت کو سمجھا نہیں۔

ہماری اس گفتگو کو ایک اور صاحب (دہریہ) بھی منجملہ بعض دوسرے لوگوں کے سُن رہے تھے۔ ان سے نہ رہا گیا۔ اور بے اختیار ہو کر بولے۔

(باقی آئندہ)

مشاہدات عرفانی

یعنی

ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کو چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور

قوموں کے عروج و زوال

کا پتہ لگے گا۔ قعر ذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیوں کر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔

ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں۔ بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں مسلمانوں میں قومی زندگی اور علمی دورہ کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ قیمت جلد اول صرف عہ

ملنے کا پتہ

منیجر الحکم قادیان دارالامان